ڈی۔ایل۔ای۔ڈی

دوسالہ کورس

اردو حصہ اوّل ودوئم

کمپاؤنڈ

Part : I & II (Combined)

مغربی بنگال بورڈ آف پرائمری ایجوکیشن

بدھان نگر، کولکاتا۔۷۰۰۰۹۱

مغربی بنگال اسکول ایجوکیشن ڈائرکٹریٹ

بکاش بھون، کولکاتا۔۷۰۰۰۹۱

Neither this book nor any keys hints, comments, notes, meanings, connotations, annotations, answers and solutions by way of question and answers or otherwise should be printed, published or sold without the prior approval in writing of the State Government, West Bengal. Any person infringing this condtion shall be liable to penalty under the West Bengal Nationalised Text Books Act, 1977.

شائع کردہ

مغربی بنگال اسکول ایجوکیشن ڈائرکٹریٹ

آچاریہ پرفلا چندر بھون

ڈی۔ کے۔ ا/ ۷، سیکٹر۔۲، بدھان نگر، کولکاتا۔ ۹۱

Prelude

It gives us immense pleasure to announce that a Two-year D.El.Ed Course, ODL Mode (approved by N.C.T.E) is about to commence as a result of the collaborative efforts of the WBBPE with the Govt. of West Bengal in the School Education Deptt. after having overcome all the obstacles. This is going to solve the problems of the existing in-service untrained Primary Teachers of our state in the context of N.C.F. - 2005, N.C.F.T.E.-2009 and RTE Act-2009 as well. It has been decided that this two year teacher-training course will be conducted in the Open Distance Learning Mode under the aegis of the West Bengal Board of Primary Education for the next three years. Following the order of the School Education Department, W.B., a team of experts comprising eminent educationists, representatives of N.C.T.E and IGNOU and the Coordinators and Counsellors of the 2 year D.El.Ed Course (ODL Mode) has very sincerely prepared the syllabus, study materials and guide books for the trainees under the supervision of WBBPE. The curriculum and Syllabus of the core papers, four method papers with one compulsory optional paper out of two and four practical papers have been framed. Separate year wise study materials have been prepared for each paper and approved by NCTE.

The WBBPE will be glad if these study materials and guide books, which have been developed following the norms of the Open Distance Learning Mode, prove to be fruitful.

The WBBPE welcomes constructive suggestions and feedback for the improvement of these publications. The West Bengal Board of Primary Education would also like to convey sincere gratitude to all the eminent academicians from the NIOS, NCTE, IGNOU, SCERT, West Bengal DIETs, PTTIs and the Syllabus Committee and all others involved in the process of composition, editing and publication of these books.

President
West Bengal Board of Primary Education

پیشِ لفظ

گذشتہ تین دہائیوں کے تاریک دور سے گذر کر مغربی بنگال کے تعلیمی نظام نے ایک نئی روشنی کی سمت لائق و فائق عوامی رہنما وزیر اعلیٰ ممتا بنرجی کی قیادت میں ایک انوکھی اور ہمہ گیر رفتار حاصل کی ہے۔ مغربی بنگال کے بے شمار پسماندہ طبقات کے گھروں کے وہ تمام بچے اور بچیاں جو معاشی وسماجی اور غیر تعلیمی اسباب کی بنا پر تعلیمی میدان سے دور رہنے پر مجبور ہوئے ہیں، بنگال کے اُن تمام شہروں اور قصبوں کے ڈراپ آؤٹ نوجوانوں، گھریلو خواتین، مزدوروں اور مختلف پیشے سے وابستہ افراد کو تعلیم کے شعبے میں واپس لانے کی غرض سے عوامی خدمات کے لئے خود کو وقف کر دینے والی عزت مآب وزیر اعلیٰ کی سوچ و فکر کو عملی جامہ پہنانے کے مقصد سے رابندر مکتا ودیالیہ سنسد نے اردو زبان وادب کے طلباء وطالبات کے لئے ان کی ضرورتوں کے مدِّ نظر اردو زبان میں ہائر سکنڈری سطح کی نصابی کتاب (Text Book) تیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے نتیجے میں مغربی بنگال میں مقیم ہزاروں کی تعداد میں اردو زبان کے طلباء وطالبات دوسری زبانوں کے طلبا کے ساتھ شانہ بہ شانہ ہو کر تعلیمی میدان میں حصہ لے سکیں گے۔

آپ کا مخلص

صدر

ڈاکٹر پھالگونی مکھوپادھیائے

مغربی بنگال رابندر مکتا ودیالیہ سنسد

بکاش بھون (تیسری منزل)

بدھان نگر، کولکاتا۔ ۷۰۰۰۹۱

فہرست

حصّہ اوّل۔ مارکس:60

حصہ نظم:

۱۔	خضر کا کام	حامد اللہ افسر	برگ
۲۔	ہاتھوں کا ترانہ	علی سردار جعفری	برگ نو
۳۔	رات اور ریل	مجاز لکھنوی	برگ

حصّہ نثر:

۱۔	ایفائے وعدہ	منشی پریم چند	برگ
۲۔	رابندر ناتھ ٹیگور	مولوی عبدالحق	سلیس اردو

حصّہ قواعد:

۱۔ اردو زبان کا تعارف

۲۔ اردو زبان کی تعلیم کی ضرورت اور مقاصد

۳۔ زبان کی دو شکلیں۔۔تقریری اور تحریری

۴۔ اردو زبان پر دکن، دہلی، لکھنو اور پنجاب کے اثرات

۵۔ نثری زبان کی دو شکلیں۔عام زبان اور ادبی زبان

۶۔ ترکیب صرفی اور ترکیب نحوی

۷۔ مختلف المعنی ہم آواز الفاظ

۸۔ ایک ہی معنی میں آنے والے کئی الفاظ

۹۔ متضاد الفاظ

خضر کا کام

حامداللہ افسر

خضر کا کام کروں ، راہ نما بن جاؤں
درد جس دل میں ہو اُس دل کی دوا بن جاؤں
کوئی بیمار اگر ہو تو شفا بن جاؤں
دُکھ میں ہلتے ہوئے ہر لب کی دعا بن جاؤں

اُف وہ آنکھیں کہ ہیں بینائی سے محروم کہیں
روشنی جن میں نہیں، نور جن آنکھوں میں نہیں
میں اُن آنکھوں کے لیے نور وضیا بن جاؤں

ہائے وہ دل جو تڑپتا ہوا گھر سے نکلے
اُف وہ آنسو جو کسی دیدۂ تر سے نکلے
میں اُن آنکھوں کے سکھانے کی ہوا بن جاؤں

دور منزل سے اگر راہ میں تھک جائے کوئی
جب مسافر کہیں رستے سے بھٹک جائے کوئی
خضر کا کام کروں، راہ نما بن جاؤں

عمر کے بوجھ سے جو لوگ دبے جاتے ہیں
ناتوانی سے جو ہر روز جھکے جاتے ہیں
اُن ضعیفوں کے سہارے کو عصا بن جاؤں

ہاتھوں کا ترانہ

ان ہاتھوں کی تعظیم کرو
ان ہاتھوں کی تکریم کرو
دنیا کو چلانے والے ہیں
ان ہاتھوں کو تسلیم کرو

تاریخ کے اور مشینوں کے پہیوں کی روانی ان سے ہے
تہذیب کی اور تمدن کی بھرپور جوانی ان سے ہے
دنیا کا فسانہ ان سے ہے، انساں کی کہانی ان سے ہے
ان ہاتھوں کی تعظیم کرو

اعجاز ہے یہ ان ہاتھوں کا، ریشم کو چھوئیں تو آنچل ہے
پتھر کو چھوئیں تو بُت کر دیں، کالکھ کو چھوئیں تو کاجل ہے
مٹّی کو چھوئیں تو سونا ہے، چاندی کو چھوئیں تو پایل ہے
ان ہاتھوں کی تعظیم کرو

یہ ہاتھ نہ ہوں تو مہمل سب، تحریریں اور تقریریں ہیں
یہ ہاتھ نہ ہوں تو بے معنی، انسانوں کی تقدیریں ہیں
سب حکمت و دانش، علم و ہنر، ان ہاتھوں کی تفسیریں ہیں
ان ہاتھوں کی تعظیم کرو

تعمیر تو ان کی فطرت ہے، اک اور نئی تعمیر سہی
اک اور نئی تدبیریں سہی، اک اور نئی تقدیریں سہی
اک شوخ و حسیں خواب اور سہی، اک شوخ و حسیں تعبیر سہی

ان ہاتھوں کی تعظیم کرو
ان ہاتھوں کی تکریم کرو
دنیا کو چلانے والے ہیں
ان ہاتھوں کو تسلیم کرو

(علی سردار جعفری)

رات اور ریل

(اسرار الحق مجاز)

پھر چلی ہے ریل اسٹیشن سے لہراتی ہوئی
نیم شب کی خامشی میں زیرِ لب گاتی ہوئی

ڈگمگاتی ، جھومتی ، سیٹی بجاتی ، کھیلتی
وادی و کہسار کی ٹھنڈی ہوا کھاتی ہوئی

رات کی تاریکیوں میں جھلملاتی کانپتی
پٹریوں پر دور تک سیماب چھلکاتی ہوئی

سینۂ کہسار پر چڑھتی ہوئی بے اختیار
ایک ناگن جس طرح مستی میں لہراتی ہوئی

اک بگولہ کی طرح بڑھتی ہوئی میدان میں
جنگلوں میں آندھیوں کا زور دکھلاتی ہوئی

پُل پہ دریا کے دمادم کوندتی للکارتی
اپنی اس طوفان انگیزی پہ اتراتی ہوئی

پیش کرتی بیچ ندّی میں چراغاں کا سماں
ساحلوں پر ریت کے ذرّوں کو چمکاتی ہوئی

تیزیٔ رفتار کے سِکّے جماتی جا بجا
دشت و در میں زندگی کی لہر دوڑاتی ہوئی

ایک سرکش فوج کی صورت علم کھولے ہوئے
ایک طوفانی گرج کے ساتھ درّاتی ہوئی

الغرض اُڑتی چلی جاتی ہے بے خوف و خطر
شاعرِ آتش نفس کا خون کھولاتی ہوئی

ایفائے وعدہ

اکبر بادشاہ مغلوں کا بہت مشہور بادشاہ گزرا ہے۔اس نے لڑائیاں لڑکر ہندستان کا بہت سا حصّہ فتح کرلیا تھا۔ایک راجپوتانہ رہ گیا تھا۔اکبر نے چاہا کہ اسے بھی فتح کرے اور وہاں بھی سلطنت کرے۔یہ ارادہ کر کے راجپوتانہ پر فوج کشی کی۔ راجپوت ملک بچانے کے لیے لڑے تو بڑی بہادری سے،مگر آخر کار ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔

راجپوتوں کے ایک سردار کا نام رگھوپت تھا۔یہ بڑا بہادر اور جَری تھا۔اس نے کچھ لوگ اپنی فوج میں داخل کر لیے تھے اور ان کو ساتھ لے کر لڑا کرتا تھا۔اس نے بہادری میں ایسا نام پیدا کرلیا تھا کہ بڑے بڑے مغل اُس کا نام سُن کر گھبرا جاتے تھے۔اکبر کے سپاہیوں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح اس کو پکڑ لیں مگر وہ ایک جگہ کب رہتا تھا جو اسے پکڑ سکتے؟

رگھوپت سنگھ کی ایک بیوی تھی اور ایک اکلوتا بیٹا تھا۔جب وہ اپنے دشمنوں سے لڑنے کو گھر سے نکلا تھا،اس کا بیٹا بہت بیمار تھا۔لیکن اس نے نہ تو اپنے بیمار بچّے کا خیال کیا،نہ بیوی کا۔مغلوں سے لڑنے کو گھر سے نِکل کھڑا ہوا۔ہاں،کبھی کبھی چوری چھپے سے کسی کو بھیج دیتا تھا اور بیوی بچّے کی خبر منگوالیا کرتا تھا۔

رگھوپت سنگھ کو پکڑنے کو اکبر بادشاہ نے بہت سی فوج بھیجی مگر وہ کسی کے ہاتھ نہ آیا۔پھر بادشاہ نے اس کے گھر پر پہرہ بٹھادیا۔اکبر کا خیال تھا کہ کسی دن رگھوپت سنگھ اپنے بال بچّے سے ملنے ضرور گھر آئے گا۔بس اسی دن سپاہی اُس کو پکڑ لیں گے۔ادھر کسی نے رگھوپت سنگھ کو خبر کردی کہ تیرا بیٹا گھڑی دو گھڑی کا مہمان ہے،چل کر اُسے دیکھ لے۔

یہ سُن کر رگھوپت سنگھ گھبرایا۔سورج ڈوب رہا تھا۔جنگل میں سفر کرنے کا وقت تو نہیں تھا مگر رگھوپت نے سوچا کہ ''اگر میں نے ذرا بھی دیر کی تو شاید میں لڑکے کی صورت بھی نہ دیکھ سکوں،اِسی وقت چلنا چاہیے۔''رگھوپت سنگھ اسی وقت چلنے کو تیار ہوگیا۔جب رگھوپت سنگھ گھر پہنچا تو دروازے پر اکبر بادشاہ کے سپاہیوں میں سے ایک پہرہ دار نے کہا''بادشاہ کا حکم ہے کہ تم جہاں ملو،پکڑ لیے جاؤ''رگھوپت سنگھ نے کہا''میرا لڑکا مر رہا ہے،اسے دیکھنے آیا ہوں۔ذرا دیر کے لیے مجھے اندر چلا جانے دو،ابھی دیکھ کر لوٹ آتا ہوں۔اس وقت جو جی چاہے کر لینا۔میں راجپوت ہوں،جھوٹ ہرگز نہ بولوں گا۔''

اس پہرہ والے سپاہی نے کہا۔''دیکھ آؤ۔''جب رگھوپت سنگھ گھر میں گیا تو دیکھا کہ لڑکا بے چین ہو رہا ہے اور بیوی فکر کے مارے بے حال ہو رہی ہے۔میاں کو دیکھ کر بیوی کی ڈھارس بندھی۔رگھوپت سنگھ نے بچّے کو پیار کیا اور دوا کی تدبیریں بتائیں،پھر اپنی بیوی سے کہا۔''دروازے پر سپاہی کھڑا ہے،کہہ آیا ہوں کہ میں قید ہونے کو ابھی واپس آتا ہوں۔''

بیوی نے کہا۔ ''ایسا نہ کرو، دوسرے دروازے سے نکل جاؤ۔'' رگھوپت نے کہا۔ ''یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ میں قول دے چکا ہوں، اس کے خلاف نہیں کرسکتا۔''

یہ کہہ کر وہ دروازے پر آیا اور سپاہی سے کہنے لگا۔ ''لو میں آ گیا، اب مجھے پکڑ کر جہاں چاہو لے چلو۔'' سپاہی نے کہا۔ ''تمھیں پکڑنے کو میرا جی نہیں چاہتا، تم بھاگ جاؤ۔'' رگھوپت نے کہا ''بہت بہتر۔ تم نے اس وقت میری مدد کی ہے، جب تم پر بُرا وقت آئے گا تو میں بھی تمھاری مدد کروں گا۔'' یہ کہہ کر رگھوپت آگے بڑھا اور غائب ہوگیا۔

اس بات کو تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ مغلوں کا ایک افسر کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر آ پہنچا۔ پہرے والے سے کہا ''ہم نے سنا ہے رگھوپت ادھر آیا ہے۔'' پہرے والے نے سچ سچ کہہ دیا کہ ''رگھوپت سنگھ اپنے بیمار بیٹے کو دیکھنے آیا تھا اور میں نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔'' یہ سُن کر افسر نے پہرہ دار کو قید کر لیا۔ رگھوپت سنگھ کو بھی سپاہی کے قید ہونے کی خبر مل گئی۔ وہ اسی وقت واپس آیا اور آ کر مغل افسر کے پاس کھڑا ہوگیا اور کہا کہ ''میں رگھوپت ہوں، میں واپس آ گیا ہوں، مجھے پکڑ لو اور اس بے گناہ قیدی کو چھوڑ دو۔'' افسر نے رگھوپت کو پکڑ لیا اور قید خانے میں ڈال دیا۔ لیکن سپاہی کو نہ چھوڑا۔ افسر نے دونوں کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

دوسرے دن سپاہی رگھوپت اور پہرہ دار کو میدان میں لائے کہ ان کو قتل کیا جائے۔ دونوں کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے۔ مغل افسر نے جلّاد سے کہا کہ دونوں کی گردنیں اڑا دو۔ جلّاد نے تلوار اٹھائی ہی تھی کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی۔ لوگوں نے دیکھا تو اکبر بادشاہ اپنے افسروں کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔ سب نے جھک کر سلام کیا۔ اکبر گھوڑے پر سے اتر پڑا اور کہنے لگا ''ہر بھلے آدمی کا دل دوسروں کا دُکھ دیکھ کر پگھل جاتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس راجپوت کی تکلیف دیکھ کر تمھارا دل بھر آیا تھا۔ اس لیے تم نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔ اس میں تمھارا کوئی قصور نہیں ہے۔ اگر کچھ ہے بھی تو میں نے معاف کیا۔ مجھے ایسے ہی سپاہی چاہیے، جو اپنے بادشاہ سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہے۔'' یہ سنتے ہی پہرہ دار خوشی سے پھولا نہ سمایا۔

پھر اکبر نے رگھوپت کی طرف دیکھ کر کہا ''مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ بہادر راجپوت بات کے اتنے دھنی ہوتے ہیں۔ تمھاری بہادری اور ایفائے وعدہ سے میں بہت خوش ہوا، میں نے تم کو بھی چھوڑا۔'' رگھوپت سنگھ گھٹنوں کے بل زمین پر جھک گیا اور کہا ''آپ جس رگھوپت کو اتنی مشکل سے بھی جیت نہ سکے، آج اپنی دریا دلی دکھا کر آپ نے اسے جیت لیا۔ آپ بہادروں کی وقعت کرنا جانتے ہیں۔ اب میں کبھی آپ کا دشمن ہو کر تلوار نہ اٹھاؤں گا۔''

جو آدمی اپنے وعدے کے پکّے ہوتے ہیں اور سچّائی پر جمے رہتے ہیں اور دوسرے کے دکھ میں مدد کرتے ہیں، خدا ہمیشہ ان کی مدد کرتا ہے۔

(منشی پریم چند)

رابندر ناتھ ٹیگور

مولوی عبدالحق

۱۴نومبر ۱۹۱۳ء کونوبل پرائز کمیٹی نے رابندر ناتھ ٹیگور کے لاثانی شاہکار ''گیتانجلی'' کونوبل پرائز کے لئے منتخب کیا۔ کمیٹی کے اس اعلان نے مغرب میں تہلکہ مچادیا۔ یہ اعزاز اب تک یورپ اور امریکہ والوں میں ہی کے حصے میں آیا تھا۔

رابندر بابو ۷ مئی ۱۸۱۶ء کو کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والد بزرگوار مہارشی دیوندر ناتھ ٹیگور کے چودھویں اور سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ گھر والے محبت سے انہیں ''رابی'' کہتے تھے۔

آپ کے والد مہارشی ایک صوفی منش بزرگ تھے۔ ان کی ساری زندگی ایشور بھگتی اور غریبوں کی مدد کرنے میں گزری۔ اپنے زمانے کے مشہور عالم تھے۔ بنگالی، سنسکرت اور ہندی کے ساتھ ساتھ اردو اور فارسی زبانیں بھی اچھی خاصی جانتے تھے۔ سچے دیش بھگت تھے اور شب و روز قوم و ملک کی بہبودی کی فکر میں لگے رہتے تھے۔

ٹیگور کے خاندان میں بچوں کی تعلیم و تربیت اسی مخصوص ڈھنگ سے دی جاتی تھی جس پر صدیوں ہندستان کی تہذیب و تمدن کو فخر رہا ہے۔ صبح سویرے اٹھنا، منہ ہاتھ دھو کر درشن کے لئے اکھاڑے پر پہنچ جانا، اکھاڑے سے نکلتے ہی اسکول چلا جانا۔

تمام دن اسکول میں گزار کر سہ پہر کو جب یہ بچے واپس آتے تو گھر پر پڑھانے والوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور رات کو ۹ بجیا نہیں قیدیوں کی طرح سونے پر مجبور کر دیا جاتا۔

ٹیگور بنگال کے ممتاز ترین امیر خاندان سے تعلق رکھتے تھے مگر اس خاندان میں اپنے بچوں کی تربیت کا ڈھنگ بھی بس نمونے کا تھا۔ بچوں کے لئے نہ تو قیمتی کپڑوں کا اہتمام تھا، نہ اچھے اچھے مرغن کھانوں کا، نہ عیش و آرام کا وہ تمام سامان فراہم کیا گیا تھا جس نے آج نسلوں کو برباد کر دیا ہے۔ خود ٹیگور معمولی قمیض اور پاجامہ پہنتے، عام طور سے سلیپروں کا ایک جوڑا املا کرتا تھا۔ گھر پر زیادہ تر ننگے پاؤں رہتے تھے۔

ابھی ٹیگور آٹھ ہی برس کے تھے کہ ان کے بڑے بھائی ''جیوتی ناتھ'' نے ان سے کہا ''رابی تم شعر کیوں

نہیں کہتے؟''

ٹیگور نے پہلی نظم ''کنول'' پر لکھی۔ نظم کیسی تھی کچھ پتہ نہیں لیکن ایسا ضرور تھا کہ اسے دیکھ کر جیوتی ناتھ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چھلک آئے۔ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کی ہمت بڑھائی اور سب سے پہلے بنگالی کے اتار چڑھاؤ پر تعلیم دی۔

ٹیگور کی شاعری کی یہ ابتدا تھی۔ اس کے بعد جب نارمل اسکول پہنچے تو باقاعدہ سرخ رنگ کی کاپی پر شعر لکھنے لگے۔ اکثر فرصت کے وقت یہ اپنے شعر جیوتی بابو کو سنایا کرتے تھے۔ جیوتی، جب انہیں اپنے دوستوں سے ملاتے تو ہمیشہ شاعر کی حیثیت سے تعارف کراتے۔ اس ہمت افزائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ یہ جلد شاعر کی حیثیت سے روشناس ہو گئے۔

بات کچھ اور آگے بڑھی۔ ٹیگور کی شہرت نارمل اسکول کے سپرنٹنڈنٹ تک پہنچی۔ انہوں نے ٹیگور کے شعر سن کر انہیں اپنے خاص شاگردوں میں شامل کر لیا۔

ٹیگور کی زندگی جس ادھوری تعلیم کے دور سے گزر رہی تھی وہ ٹیگور کے خاندان کے لئے کسی طرح اطمینان بخش نہ تھی۔ اپنے بڑے بھائی جیوتی ناتھ کے ساتھ انہیں انگلستان تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا گیا۔ یہ ۱۸۷۷ء کی بات ہے۔ ٹیگور کو پہلے تو اٹین کالج پھر یونیورسٹی کالج لندن میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں وہ کئی مہینے پڑھتے رہے لیکن جلد ہی ان کا دل اچاٹ ہو گیا۔ نسلی تعصب کالے گورے کا فرق۔ غلام اور آقا کا امتیاز—— ان سب باتوں کو ان کا دل برداشت نہ کر پایا اور ایک مرتبہ پھر انہوں نے اپنا سارا دھیان شعر و شاعری اور ادبی مشغلوں کی طرف لگا دیا۔ اس زمانے میں انہوں نے نظم سے زیادہ نثر لکھنے کی کوشش کی۔

انگلستان میں کچھ دن ٹھہرنے کے بعد جیسے گئے تھے ویسے ہی واپس آئے۔ کوئی ڈگری ساتھ نہ لائے۔ خاندان کے لوگ ناراض تھے۔ اس لئے ان کو حکم ملا کہ شیلدان پہنچ کر جاگیر کا انتظام کریں۔

یہاں انہیں پہلی بار اس ہندستان کی غریبی اور افلاس گاؤں والوں کا بھل منساہٹ اور انسانیت کو گہری نظروں سے دیکھنے کا موقع ملا۔ یہاں انہیں غریب کاشت کاروں کی سادہ زندگی سے سابقہ پڑا۔ یہاں وہ غریبوں اور مزدوروں کے دُکھ درد میں شریک رہے اور جاگیر کا انتظام اتنا اچھا کیا کہ سبھی مطمئن ہو گئے۔ یہاں ان کی شاعری کو نئی زندگی ملی۔ ان کے بہت سے ڈرامے اور گیتوں کے مجموعے اسی شیلدان کی پیداوار ہیں۔

ٹیگور کو موسیقی سے بھی قدرتی لگاؤ تھا۔ آپ نے بچپن سے موسیقی کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے نہ صرف گیت لکھے بلکہ انہیں دلکش دھنوں پر گا کر سنایا۔ انہوں نے اپنے گیتوں کی دھنیں خود بنائیں۔ ان کی بنائی

ہوئی دھنیں رفتہ رفتہ بنگال کی سب سے زیادہ مقبول گیت بن گئیں۔انہیں رابندر سنگیت کا نام دیا گیا۔ بنگال کی موسیقی میں رابندر سنگیت کوایک خاص مقام حاصل ہے۔

ٹیگور کی ایک اور بات سن کر آپ کو سچ مچ بڑا اچنبھا ہوگا۔ انہوں نے ساٹھ سال سے زیادہ کی عمر میں مصوری سیکھی، بھلا اتنی عمر کو پہنچ کر انسان کسی نئے فن کو تو کیا سیکھتا اپنے اس فن سے بھی اکتا جاتا ہے جس کا وہ ماہر ہوتا ہے۔لیکن ٹیگور نے عمر کے اسی حصے میں ایک نئے فن کو سیکھا پوری توجہ اور محنت سے سیکھا اور ابھی اسے سیکھے ہوئے دس بارہ سال بھی نہ ہوئے تھے کہ مصوری کے ماہروں نے انہیں مصوری کے پیغمبروں کا درجہ دیا۔ ٹیگور کی تصویریں زیادہ قدرتی مناظر پر ہیں، جنگل کے جانوروں پر ہیں اور پرندوں پر ہیں۔ان تصویروں کی تعداد لگ بھگ تین ہزار ہے۔

ٹیگور ہندستان کے نہیں، دنیا کے بہت بڑے شاعر تھے۔ بہت بڑے سنگیت کار تھے۔ بہت بڑے مصور تھے۔سب باتوں کے ساتھ ساتھ انسان بھی تھے۔ بہت بڑے انسان، جس سے ملتے برابری سے ملتے۔ بہت اخلاق سے ملتے۔جس کسی سے ملتے اس کی حیثیت کے مطابق باتیں کرتے۔

انہوں نے ایک زمیندار یا جاگیر دار گھر میں آنکھ کھولی تھی۔لیکن ان کی سادہ زندگی قابل رشک تھی۔ سادہ لباس پہنتے تھے۔کھانے میں کسی قسم کا تکلف نہیں کرتے ہمیشہ سادہ غذا کھاتے تھے۔اپنے شاگردوں کو بھی یہی مشورہ دیتے تھے۔

''سادہ اور قدرتی اصولوں پر زندگی بسر کرو۔''

ٹیگور کو استاد کی حیثیت سے بہت اونچا مقام حاصل ہے۔ ہندستان کے پرانے رشیوں کی طرح انہوں نے ہمارے لئے ایک لازوال ترکہ چھوڑا ہے اور وہ ہے شانتی نکیتن۔انہوں نے کلکتہ سے نوے میل کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے اسکول کی بنیاد ڈالی۔ یہاں بچوں کو مفت تعلیم دی جاتی تھی۔اس اسکول کو چلانے میں انہیں بڑی مالی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ پوری کا گھر بیچا۔ بیوی کے زیورات فروخت کئے،اور تھوڑی بہت امداد باہر سے حاصل کی۔خدا خدا کر کے اسے وشوا بھارتی کی شکل دی اور اب اس ادارے کو یونیورسٹی کا درجہ حاصل ہے۔

لافانی شاہکار گیتانجلی کا خالق اور قومی ترانہ کا جنم داتا ۷راگست ۱۹۴۱ء کو اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ارتھی کے ساتھ کئی میل لمبا جلوس تھا۔اس جلوس میں ہندو بھی تھے، مسلمان بھی تھے، عیسائی بھی تھے اور سکھ بھی تھے۔ دوسرے ملکوں کے وہ لوگ بھی تھے جو کلکتہ میں رہتے تھے اور یہ سب شاعر اعظم کے آخری درشن کے لئے بے تاب تھے، بے قرار تھے۔

زبان اردو کا تعارف

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اردو فارسی کی شاخ ہے، مسلمان فاتحین جب ہندستان آئے تو ان کی فوج میں ترکی اور فارسی بولنے والے لوگ تھے، یہاں ہندستان میں ان زبانوں کی سمجھ کم تھی لہٰذا کچھ الفاظ فارسی، عربی، ہندی اور پراکرت کے اس زبان میں شامل ہو گئے اس طرح عوام الناس ایک دوسرے کی زبان ذرا بہتر طور پر سمجھنے لگے۔ چونکہ اردو میں فارسی کے الفاظ بھی موجود ہیں اس لئے عام لوگوں نے اسے فارسی نژاد سمجھا۔ مگر یہ بات بالکل غلط ہے اردو غزلوں کی بحریں اور رسم الخط بھی فارسی کی طرح ہے۔ فارسی دائیں جانب سے لکھی جاتی ہے، اردو بھی دائیں جانب سے ہی لکھی جاتی ہے۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر کچھ لوگوں نے اردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دیا اور ہندی کو ہندوؤں کی زبان۔ مگر دونوں باتیں غلط ہیں۔ ہندی والے بھی اردو بولتے لکھتے پڑھتے تھے اردو والے بھی ہندی لکھنا پڑھنا اور بولنا جاتے تھے۔ آج بھی یہی حال ہے تقسیم ہند کے بعد تو مسلمانوں نے ہندی کی اچھی تعلیم حاصل کر لی۔

اب اتنے دنوں کے بعد یہ بات صاف ہوگئی ہے کہ زبان اردو اس ہندی/ بھاشا کی شاخ ہے جو صدیوں تک دہلی، میرٹھ اور اطراف و اکناف میں بولی لکھی پڑھی اور سمجھی جاتی تھی۔ اس کا تعلق شورسینی پراکرت سے بلا واسطہ ہے۔ بھاشا ہی جو مغربی ہندی ہے اردو زبان کی ماں ہے۔

المختصر لوگ اسے استعمال کرنے لگے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ''اردو'' کا نام بہت دنوں کے بعد اس کے حصے میں آیا۔ رفتہ رفتہ اردو کا چلن عام ہوا اور اردو ہندستان میں عوام الناس کی زبان بن گئی۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ اردو ہی دہلی زبان کا مرکز رہا ہے کیونکہ دہلی ہی دارالسلطنت تھا۔ میر امن اور کئی اردو نثر نگار اس بات پر متفق ہیں کہ اردو مخلوط (ملی جلی) زبان ہے۔ ان کا خیال ہے کہ دہلی میں اس وقت جو زبان بولی جاتی تھی وہ اردو میں شامل ہے۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ بازار یا لشکر سے اس کی پرورش و پرداخت ہوئی۔ اس لئے اسے ''لشکری'' بھی کہا جاتا ہے۔ ترکی زبان میں اردو کو لشکر کہا جاتا ہے۔

زبان اب تک ناہموار تھی۔ اب اتنے دنوں کے بعد اہل علم کی کاوشوں سے اس زبان میں کافی پختگی آگئی ہے اردو آج کل دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے اس کی حیثیت اب بین الاقوامی ہو چکی ہے۔ یہ ہندستان سے باہر نکل کر دوسرے براعظموں تک آگئی ہے۔ یورپ، فرانس، انگلستان، کناڈا، روس وغیرہ میں اردو کے تعلق سے بڑے کام ہو رہے ہیں۔ اردو کی حدیں اب نہایت وسیع ہو چکی ہیں۔

کچھ لوگ اسے ہندستانی بھی کہتے ہیں کیونکہ اس لفظ میں مغربی مشرقی ہندی اور راجستھان کے الفاظ شامل ہیں۔
برج بھاشا کو اردو کا ماخذ(Source) قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے بھی یہی سمجھا ہے۔

برج بھاشا جو متھرا اور اس کے آس پاس بولی جاتی تھی اس سے یہ بولی کافی مشابہت رکھتی ہے۔ برج بھاشا سے اردو کا تعلق ہے ہی نہیں۔ ہاں پراکرت ایک جدا شاخ ہے اور یہی شاخ اردو کی اصل ہو سکتی ہے اور ہے۔

اب کافی تحقیق کے بعد یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اردو کا اصل ماخذ وہی زبان ہے جو دہلی اور میرٹھ کے آس پاس بولی جاتی تھی۔ یہ مغربی ہند کی ایک شاخ ہے۔

مغربی ہندی کی پیدائش شورسینی پراکرت زبان سے ہوئی ہے۔ شورشینی کی کئی شاخیں ہیں (۱) بنگارو (۲) برج بھاشا (۳) قنوجی (۴) اور وہ زبان جو دہلی کے اطراف میں بولی جاتی تھی۔

عمدہ قسم کی ہندی کا ماخذ اردو ہی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اردو ہندی اپنے ماخذ کے تعلق سے ایک ہی زبان ہیں صرف رسم الخط کا فرق ہے۔

مسلمانوں نے اردو کی پرورش میں کافی حصہ لیا اس لئے اس زبان میں فارسی کے الفاظ بکثرت شامل ہو گئے دوسری طرف ہندی سنسکرت کی جانب آ گئی۔ اب اسی وجہ سے ادبی ہندی اور ادبی اردو میں بڑا فرق ہے۔ یعنی اردو میں فارسی اور عربی الفاظ کی کثرت ہے ٹھیک اسی طرح ہندی میں غیر مانوس سنسکرت الفاظ بھی بکثرت موجود ہیں ایسے الفاظ جو ہندی والے بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔

پرائمری سطح پر مادری زبان کی تعلیم کی ضرورت اور مقاصد

سننا (HEARING) : ابتدائی تعلیم میں سننے کی اہمیت

بولنا (SPEAKING) : معیاری گفتگو

صحیح اِملا (DICTATION) اور درست تلفظ کی عادت ڈالنا۔

طریقہ:- بات چیت، نظم خوانی، قصہ خوانی اور نثری عبارتیں پڑھ کر سنانا۔

پڑھنا (READING):- معیاری پڑھائی کی خصوصیات۔

(ا) بلند خوانی اور خاموش خوانی کی ضرورت

لکھنا (WRITINGI): معیاری لکھنائی کی عادت ڈالنا اور اس کے طریقے۔

خوش خط لکھنا، اِملا لکھنا

بولنے اور پڑھنے اور لکھنے کے مرحلے میں

رموز واوقاف استعمال کرنے کے طریقے

زبان کی تعلیم کے مختلف مدارج:

سننا (HEARING):— پرائمری درجات میں سننے کی بڑی اہمیت ہے۔ سن کر بچہ/ بچی بہت کچھ سیکھتے ہیں جیسے کوئی معصوم بچہ اپنے ماں باپ کی آوازیں سن کر آہستہ آہستہ بولنے لگتا ہے اور لفظوں پر اس کی گرفت مضبوط ہو جاتی ہے۔ اگر گھر میں اردو بولی جاتی ہے تو بچہ رفتہ رفتہ اردو بولنے لگتا ہے۔ اسے چیزوں کی پہچان بھی ہو جاتی ہے مثلاً ماں اگر کہتی ہے وہاں گلاس رکھا ہوا ہے اسے لے آؤ۔ چونکہ اسے گلاس کی پہچان ہوتی ہے اس لئے فوراً گلاس لے آتا ہے۔ یا دوسری چیزیں۔

معلوم یہ ہوا کہ یہاں بھی سننے یعنی (HEARING) کا معاملہ ہے۔

اس لئے پڑھائی کے دوران اساتذہ حضرات صاف لفظوں میں، سیدھے سادے انداز میں باتیں کریں اور دوران گفتگو مشکل الفاظ کے استعمال سے پرہیز کریں۔ اس طرح بچہ آہستہ آہستہ بہت کچھ سیکھ جاتا ہے۔

بولنا (SPEAKING):— بولنے کی اپنی ایک الگ اہمیت ہے۔ اساتذہ کی زبان معیاری ہونی چاہئے۔ رفتہ رفتہ بچہ استاد کی زبان میں باتیں کرنے لگے گا۔ چھوٹے بچوں کے لئے بھی استاد تعظیم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

گفتگو کے دوران اس بات کا خیال رکھنا ہے کہاں رکنا ہے اور کہاں بولنا ہے۔ پڑھنے کے دوران بھی اس بات کا خیال ضروری ہے۔ لکھنے کے معاملات میں بھی یہی اصول کام کرتا ہے۔

اوقاف کے استعمال کے طریقے

اگر کوئی ان پر عمل کرتا ہے تو اس کے بڑے فائدے ہیں۔

اساتذہ اگر چاہیں تو درج ذیل اوقاف پر توجہ دیں:

		نشان یہ ہے
۱	وقف کامل (یعنی مکمل ٹھہراؤ)	
		۔
۲	تعجب	
		!
۳	خوشی	!
۴	علامت واوین	” “
۵	نقطوں کی علامت	....
		،،
۶	وقفہ	
		—
۷	علامت ربط	
		~
۸	خفیف وقفہ کے لئے	
		،
۹	استفہامیہ علامت	
		؟
۱۰	علامت تفصیلہ	
		:-
۱۱	خطوط وحدانی	
		( )

۱ وقف کامل پر زیادہ رکا جاتا ہے۔

مثال آپ کی رائے اچھی ہے۔ کرشن چندر نہایت اچھے افسانہ نگار تھے۔

۲ تعجب : ارے ایسا کیسے ہوا!

۳ خوشی : واہ اس نے اچھا نام پیدا کیا!

۴ علامت واوین : دین محمد ناقد کے مطابق ”میر اچھے غزل گو تھے“

۵ نقطوں کی علامت : جب کسی بات کی وضاحت کرنا مناسب نہ ہو............
مثلاً کرشن جی آئے مگر............کیا کیا جائے

مثلاً:— احمد علی یہاں آیئے۔

قاسم آپ ایک گلاس دودھ لائیے

نسیمہ آپ کھڑی کیوں ہیں، بیٹھ جایئے۔

ایسے الفاظ اگر گفتگو کے دوران بچہ روز سنتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کی زبان بھی ویسی ہو جائے گی جیسی زبان استاد کی ہے۔ یہ تو اسکول کا معاملہ ہے۔ اگر گھر میں بھی یہی طور رہا۔ ایسا ہی انداز گفتگو رہا تو بچہ نہایت اچھی زبان میں گفتگو کرنے لگے گا۔ دوران گفتگو، اگر بچہ کسی لفظ کا تلفظ غلط کرتا ہے تو لازم ہے کہ اس کا تلفظ درست کیا جائے مثلاً کوشش کو اگر بچہ ''کوسس'' کہتا ہے تو اسے بتانا چاہئے کہ دونوں شین بڑی شین ہیں لہٰذا کوشش کہنا اچھا ہے۔ اس طرح کی لفظی تہذیب اور تلفظ اگر بچے کو شروع سے ہی سکھائی جائے تو اس کی زبان شاندار ہوگی۔

پڑھنا (READING):— پڑھنا بھی زبان کی درستگی کے لئے ضروری ہے بلند آواز سے کچھ پڑھا جائے تو زبان درست ہو جاتی ہے کیونکہ سننے والا اگر ساتھ ساتھ غلطیوں کی اصلاح بھی کرتا جاتا ہے۔ معیاری پڑھائی کی خصوصیات میں املا، حرکات وسکنات، اور تلفظ کا بڑا دخل ہے۔ بلند خوانی کی ضرورت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ خاموش خوانی بھی اچھی ہے کیوں کہ خاموش خوانی میں فکر بھی شامل رہتی ہے اور پڑھنے والے پڑھائی کے ساتھ سوچتا جاتا ہے اور غور بھی کرتا ہے۔

لکھنا (WRITING):— طالب علموں کے لئے اچھی لکھاوٹ بھی ضروری ہے۔ اس لئے شروع سے ہی اس پر دھیان دینے کی ضرورت ہے۔

مشہور بات ہے BAN HAND WRITING IS THE SIGN OF INCOMPLETE EDUCATION (خراب طرز تحریر نامکمل تعلیم کی علامت ہے۔)

پہلے لوگ مدرسوں میں تختی لکھا کرتے تھے۔ اس سے تحریر اچھی ہو جاتی تھی۔ ان دنوں تحریر پر کم دھیان دیا جاتا ہے اس لئے بچوں کی تحریریں خراب ہیں۔ ضروری ہے کہ روزانہ تختی/سلیٹ پر کچھ نہ کچھ نہایت محبت سے طلباء لکھیں۔ اس عادت کی وجہ سے تحریر رفتہ رفتہ بہتر ہو جائے گی۔ معیاری لکھائی کے لئے ضروری ہے کہ خوش خط لکھنے کی عادت طلبا میں ڈالی جائے اور اساتذہ کرام ذرا محنت کریں۔ اس کے علاوہ اِملا (DICTATION) کی ضرورت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ ''اِملا'' لکھوائیں اور غلطیوں کی نشان دہی کریں اور پھر طالب علموں سے کہیں کہ ہر غلط لفظ کو پانچ پانچ بار لکھیں۔

بولنے پڑھنے اور لکھنے کے مرحلے میں رموز واوقاف کی بھی اپنی ایک اہمیت ہے۔

۶ وقفہ : یہاں بہت کم وقت کے لئے ٹھہرتے ہیں۔

چلو آگے بڑھو............وہ دیکھو سامنے منزل ہے

۷ علامت بط : شاعر اپنے تخلص کے اوپر یہ نشان لگاتے ہیں۔

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہوں روز ابر اور ماہتاب میں
غواص ترہ آہِ شرر بار سے ڈرہے
عالم کو جلا دے نہ تری گرم نوائی

استاد مشق کرائیں

آفتاب (SUN) کے معنی میں جو الفاظ اسکتے ہیں وہ لکھئے۔

عالم (WORLD) کے معنی میں جو دوسرے الفاظ ہوں وہ لکھئے

آھن (IRON) کے معنی میں جو الفاظ اور آسکتے ہیں وہ لکھئے

آقا (MASTER) کے معنی جو الفاظ آسکتے ہیں وہ لکھئے

خوف (FEAR) کے معنی میں دوسرے جو الفاظ آسکتے ہیں وہ لکھئے

بھوک (HUNGER) کے معنی میں دوسرے جو الفاظ آسکتے ہیں وہ لکھئے

خوشی (HAPPINESS) کے معنی میں دوسرے جو الفاظ آسکتے ہیں وہ لکھئے

سوداگر (BUSINESSMAN) کے معنی میں جو دوسرے الفاظ آسکتے ہیں وہ لکھئے

صرفہ (EXPENSES) کے معنی میں جو دوسرے الفاظ آسکتے ہیں وہ لکھئے

جبین (FORE-HEAD) کے معنی میں دوسرے جو الفاظ آسکتے ہیں وہ لکھئے۔

ب	حروف تہجی کا نمبر کے اعتبار سے کون حرف ہے	دوسرا حرف
خ	,, ,, ,, ,, ,, ,, ,, ,,	
چ	,, ,, ,, ,, ,, ,, ,, ,,	

ر	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
ف	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
ق	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
د	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
م	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
ہ	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
ا	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
ص	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
ط	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
غ	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
ل	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
ع	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
گ	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
ش	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	
ظ	،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،	

اردو قواعد میں ''ا، و، ی'' حروف علت (VOWELS) ہیں۔ استاد بچوں کو بتائیں

استاد سارے حروف کے بارے میں بتائیں کہ کون حرف تذکیر ہے اور کون تانیث۔

استاد یہ بھی بتائیں کہ

عربی کے خاص حروف کون کون سے ہیں۔

خالص عربی حروف : ث، ح، ص، ض، ط، ظ، ع، ق

خالص فارسی حروف : ژ، گ

خالص ہندی حروف : بھ، پھ، جھ، ٹھ، چھ، ڈھ، کھ، گھ،

عربی اور فارسی کے مشترک حروف : ڈ، ز، ف، خ، غ

ہمزہ کو کچھ لوگ حرف نہیں مانتے بلکہ حرکت مانتے ہیں۔

حرکات:—

زبر — فتحہ علامت : حرف کے اوپر ایسا نشان جیسے فَ

زیر — کسرہ حرف کے نیچے ایسا نشان جیسے کِشت

پیش — ضمہ : اُس، خُوب، چُوم، وغیرہ وغیرہ

جس حرف پر پیش ہوتا ہے اُسے مضموم یا مرخوع کہا جاتا ہے۔

درج ذیل الفاظ کے حرف اوّل پر استاد طلبا سے حرکات لکھوائیں اور پوچھیں کہ کون سی حرکت ہے؟

قدم، دیر، کوشش، قلم، محبت، قدرت، چاہت، سمت، رحمت

درج ذیل الفاظ کی ضد طلبا و طالبات سے لکھوایئے

خیر، غم، قانع، دانا، لمبا، اجالا

اور جو جواب ہوں ان الفاظ سے طلبا جملے بنائیں۔

مثال: خیر — شر

جملہ: ان دنوں ہر جگہ شر ہے

ذیل کی خالی جگہوں میں ایسے الفاظ لکھے جائیں کہ جملے مکمل ہو جائیں۔

آفتاب ______________ ہو گیا

پہاڑ بہت ______________ ہے

وہ شخص نہایت ______________ ہے

اس کام میں ______________ ہے

تم لوگ ______________ کی کمائی سے بچو

دریا کا ______________ دیکھنے کے لائق

تم سب کو عید ______________

وہ گلی بہت ہی ______________ ہے

یہ محل بہت ہی ————————— ہے

بادشاہ کا ————————— ہونا ضروری ہے

ضرب المثال

RPOVERBS

جملہ	معنی	ضرب المثال
خود اپنا کام کیجئے آپ کاج مہا کاج	اپنا کام آپ کرنا	آپ کاج مہا کاج
اب پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئی کھیت	افسوس کرنا	جب چڑیا چگ گئی کھیت
تم وہاں کیوں گئے یہ وہی ہوا کہ آ بیل مجھے مار	جان بوجھ کر مصیبت مول لینا	آ بیل مجھے مار
اردو پہلے آدھا تیتر آدھا بٹیر تھا مگر اب ایک منظّم زبان ہے	بے جوڑ	آدھا تیتر آدھا بٹیر
ابھی جیل سے باہر نکلا ہی تھا کہ پھر گرفتار ہوا	ایک مصیبت سے نکل کر دوسری میں گرفتار ہونا	آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا
یہاں سے چلو تو معلوم ہوگا، اپنی گلی میں تو کتا بھی شیر ہوتا ہے	اپنے گھر میں ہر شخص بہادر ہے	اپنی گلی میں کتا شیر
وہ یہاں سے کیا گیا کہ سب کو بھول گیا بس یہ سمجھئے کہ آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل	رشتہ قائم نہ رکھا	آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل
چلو میں سمجھ گیا، ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی، تمہار بھی قصور ہے۔	جھگڑا دونوں طرف سے ہوتا ہے	ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی
چلو دیکھ لیا، بڑا نام سنا تھا، اونچی دکان پھیکا پکوان	یعنی صرف نام ہی نام	اونچی دکان پھیکا پکوان
چلو جو ہوگا، دیکھا جائے گا اوکھلی میں سر دیا تو موسل سے کیا گھبرانا	مصیبت سے کیا گھبرانا	اوکھلی میں سر دیا تو موسل سے کیا ڈرنا
میاں وہاں بڑے بڑوں کی نہیں چلتی، تم کس کھیت کی مولی ہو	کس شمار میں ہو	کس کھیت کی مولی ہو

کردنی خویش آمدنی پیش	جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا	پہلے دوسروں کو ماتا تھا آج خود مارا گیا کردنی خویش آمدنی پیش
گئے روزہ بخشوانے گلے پڑی نماز	ایک آفت سے بچے دوسری آ گئی	ابھی بخار سے نجات ملی کہ درد نے آگھیرا۔ابھی لمبی قید سے چھوٹا تھا کہ پھر گرفتار ہو گئے روزہ بخشوانے گئے نماز گلے پڑی
گائے نہ باچھی، نیند آئے اچھی	جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا وہ آرام سے سوتا ہے	ان کے پاس کیا ہے، گائے نہ باچھی چور کیا لیں گے
گھر نہ دیوار	کچھ پاس نہ ہونا اور شیخی بگھارنا	اسلم پہلوان کو دیکھو پاس کوڑی نہیں اور شیخی بگھارتا ہے۔گھر نہ دیوار میاں محلّہ دار
لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل	ایسے آدمی کے بارے میں کہا جاتا ہے جو جاہل ہو۔مگر خود کو پڑھا لکھا ثابت کرنے کی کوشش کرے	ہر مجلس میں شریک ہوتا ہے جیسے بہت پڑھا لکھا ہو۔لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل
لکھے موسیٰ پڑھے عیسیٰ	ایسی لکھائی جو دوسرا نہ پڑھ سکے	اس کی تحری عجیب ہے وہی پڑھ سکتا ہے۔یعنی لکھے موسیٰ پڑھے عیسیٰ
مان نہ مان میں تیرا مہمان	بن بلائے دعوت میں شریک ہونا	وہ نہایت بے غیرت ہے، ہر دعوت میں بن بلائے جاتا ہے، مان نہ مان میں تیرا مہمان
منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت	نہایت بوڑھا آدمی	عظیم میاں کو دیکھو شادی کے لئے پریشان ہیں۔نہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت
ملا کی دوڑ مسجد تک	کسی مخصوص جگہ تک رسائی ہونا	رحیم الدین، فضلو کی دکان کے پاس ہوں گے ان کا کیا ملا کی دوڑ مسجد تک
مرغی کی ایک ٹانگ	اپنی بات پر اٹل	ہزار سمجھایا۔مگر سمجھتا ہی نہیں، وہی مرغی کی ایک ٹانگ
ننھی سی جان سو گز کی زبان	اپنی اوقات سے زیادہ بولنا	اپنی بیٹی کو سمجھاؤ بہت غلط سلط بولتی ہے ایسا بھی کیا۔ننھی سی جان سو گز کی زبان
نام بڑا درشن چھوٹا	جیسا نام ہو ویسا کام نہ ہونا	بڑا نام سنا تھا، نہ کھانے کا نظم اچھا نہ بیٹھنے کی جگہ اچھی۔نام بڑا اور درشن چھوٹا

ولی کو ولی پہچنتا ہے	جوہری کو موتی کی پہچان ہوتی ہے	تم انہیں کیا پہچان سکو اللہ والے ہیں ان کو وہی جانے گا جو ان کا ہم مرتبہ ہوگا۔ مثل مشہور ہے کہ ولی کو ولی پہچانتا ہے
ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے	اب ثبوت کی ضرورت نہیں	خود چل کر دیکھ لو، اس نے کیا، کیا ہے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا
یک جان دو قالب	بہت گہری دوستی	دونوں **میں** بڑی دوستی ہے، بس یوں سمجھ لو یک جان دو قالب

محاورات بچوں کو یاد کراتے جائیں تو اچھا ہے۔ ہر طالب علم کو ان محاوروں کے معنی مثال دے کر اگر استاد بتائیں تو فائدے ہوں گے۔

تذکیر و تانیث

مصدر:—— ہمیشہ مذکر بولا اور لکھا جاتا ہے

جیسے (لکھنا) مصدر ہے

تمہارا لکھنا ختم ہوا لکھنا / پڑھنا

عزیز کا پڑھنا مشکل ہے مصادر ہیں

چاندی:—— تانیث ہے اس کے علاوہ تمام دھات مذکر ہیں۔

جمعرات:—— تانیث ہے۔ دوسرے تمام دن مذکر ہیں۔

جیسے کل جمعرات تھی۔

نمازوں کے نماز مؤنث ہیں۔

ہندی کے حاصل مصدر اکثر مؤنث ہوتے ہیں۔

سجاوٹ	بناوٹ	چکناہٹ
تھی	تھی	تھی
کھرچن	جلن	دھران
تھی	تھی	تھی

عربی کے مصادر جن کے آخر میں الفؔ تا ہوں تانیث ہوتے ہیں

ا ت

جیسے خطا، وفا، قضا، رضا، ادا، دعا، فضا، شرافت، نجابت، عداوت
مگر شربت مذکر ہے۔
فارسی کے حاصل مصادر جن کے آخر میں ''ش'' ہوتا نیٹ ہوتے ہیں:
نوازش، سازش، خواہش، تابش، کوشش، جنبش، دیش۔
کچھ الفاظ ہمیشہ مذکر ہوتے ہیں جیسے:
درد، سوچ، مرہم، دہی، گھی، موتی، ہاتھی، وغیرہ وغیرہ۔

کچھ غلط الفاظ اُن کی تصحیح بچوں کے لئے

غلط	صحیح	غلط	صحیح
اُوس کا	اُس کا	بکرے	بکرا
مجھکو	مجھے	تجھکو	تجھے
تالاش	تلاش	وظیفا	وظیفہ
جربانہ	جرمانہ	تنزلی	تنزل
حسب الفرمائیش	حسب فرمائش	آخرش	آخر
لاچار	ناچار	برائے مہربانی	براہِ مہربانی
لاوبالی	لاابالی	گلزار	گل زار
نگہت	نگہت	ہملوگ	ہم لوگ
وجہ کر	وجہ سے	ٹہنڈا	ٹھنڈا
اسطرف	اس طرف	بلکل	بالکل
جھوٹھا	جھوٹا	پورانا	پرانا

کئی عام قسم کی غلطیاں

جو، کاش، گویا اور عرض کے ساتھ (کہ) نہیں آتا۔

آپ کے ساتھ جمع کا صیغہ آتا ہے۔ مثلاً آپ آیئے۔ بعض لوگ ''آپ جاؤ'' کہتے ہیں یہ غلط ہے۔ معہ کی جگہ مع صحیح ہے۔ جیسے مع مضامین واحد اسم کے ساتھ ''ہر'' آتا ہے۔ ہر بچہ، ہر کتاب، ہر مدرسہ ہر کتابوں میں یہی لکھا ہے یہ غلط ہے۔ ہر کتاب میں ہی لکھا ہے۔ یہ صحیح ہے۔ آئے روز کی جگہ آئے دن صحیح ہے۔

فی الحال طلبا و طلبات ان چند لفظوں پر دھیان دیں۔ آہستہ آہستہ استاد دیگر غلطیوں کی نشان دہی کریں گے۔

مرکب الفاظ

Compound Words

ایک ہی قسم کے معنی والے دو لفظوں کو ملا کر ایک مرکب لفظ بنتا ہے۔ جیسے جیسے سمجھ بوجھ دونوں کے ہم معنی لفظ ہیں۔

استاد کو چاہیئے کہ ایسے مرکب الفاظ کی تشریح مثال کے وسیلے سے کریں اور انہیں بتائیں کہ دونوں ہی الفاظ کے معنیٰ ایک ہیں۔ ایسے ہی الفاظ مرکب ہوا کرتے ہیں۔

جیسے جان بوجھ۔ جان کے معنی معلوم ہے اور بوجھ کے معنی بھی معلوم ہی ہے۔ شکل صورت۔ شکل کے معنی چہرہ۔ صورت کے معنی بھی چہرہ یعنی دونوں معانی ایک ہی ہیں۔

اب اس قسم کی چند مثالیں:

کھیل	+	کود	—	بود	+	باش
ہل	+	ڈول	—	حساب	+	کتاب
تاک	+	جھانک	—	سلام	+	کلام
تھکا	+	ہارا	—	کپڑا	+	لتا
کام	+	کاج	—	الٹ	+	پلٹ
بول	+	چال	—	دیکھا	+	دیکھی

بامعنی اور بے معنی الفاظ سے مرکب الفاظ کی بناوٹ:

اچھا+ بچھا—اچھا کے معنی خوب کے ہیں، بچھا کے معنی کچھ نہیں ہے یعنی یہ بے معنی لفظ ہے۔ سچ مچ—سچ کے معنی سچائی (صداقت) مچ کے معنی کچھ نہیں ہے۔

اس سلسلے کی ایک چارٹ:

پانی وانی—بات چیت—برتن سرتن—قلم ولم—کام دھام—کاغذ واغذ—کتاب وتاب—مار دھاڑ—جھوٹ موٹ—کوڑا کرکٹ—لہولہان—گپ شپ—آس پاس۔

دو متضاد الفاظ سے ایک مرکب لفظ کی بناوٹ:

امیر + غریب = امیرغریب

اوپر نیچے—آج کل—شام سویرے—اتار چڑھاؤ—رات دن—سیاہ سفید—خشک تر—لین دین—اپنا پرایا—کالا گورا—نرم گرم—آگے پیچھے—کھٹا میٹھا—اول آخر—کم بیش—حرام حلال۔

استاد کو چاہئے کہ ایسے الفاظ کی تشریح کر دیں اور بخوبی بچوں کو سمجھا دیں۔

دو الگ الگ متضاد الفاظ سے ان الفاظ کی تشکیل ہوتی ہے۔

امیر — Rich دونوں کے معانی الگ الگ ہیں اور ایک

غریب— Poor دوسرے کے Opposite ہیں

کچھ ایسے مرکب الفاظ جو اسم صفت کے معنی دیتے ہیں جیسے:

بدشکل، بدشکل لڑکا

اگر پوچھا جائے کہ لڑکا کیسا ہے تو جواب ہوگا بدصورت ہے۔

یہاں "بد" صفت ہے۔

چارٹ:

بدحال—بدبخت—خوش دل—بدذات—ادھ کچرا—نیک دل—نیک بخت—خوش بخت—خوش فکر، خوش حال—خوبرو۔

یہاں بد، خوش، ادھ، نیک سب صفت ہیں۔

بچوں سے ایسے اور الفاظ لکھوائے جائیں۔ تاکہ خوب مشق ہوجائے۔

غیر جاندار کی آوازیں:

اس کی واقفیت بھی بچوں کو دی جائے۔ مثلاً:

ہوا کے چلنے کی آواز — سائیں سائیں

سوکھے ٹوٹے ہوئے پتوں کی آواز — چُڑ چُڑ

پانی دودھ، یا کسی رقیق شئے کے پینے کی آواز — سڑپ، سڑپ

لگاتار بارش کی آواز	—	جھم، جھم
بارش کی بوندوں کی آواز	—	ٹپ ٹپ
توپوں کے چھوٹنے کی آواز	—	گڑ گڑ
بندوق یا پٹاخوں کی آواز	—	تڑاتڑ
انگلیوں کے ٹوٹنے کی آواز	—	چٹاخ
پازیب کی آواز	—	چھم چھم
تلوار چلنے کی آواز	—	چقاچق۔ چق چق
آدمی/ جانور کے چلنے کی آواز	—	آہٹ
گھنگھروں کی آواز	—	جھنکار
طبلے کی آواز	—	تھاپ
جلد جلد گھونٹ پینے کی آواز	—	غٹ غٹ
ہچکی کی آواز	—	ہک ہک

جانوروں کی آوازیں:

بلی کی آواز —	میاؤں میاؤں	شیر کی آواز —	ڈھاڑ
کتے کی آواز —	بھاؤں بھاؤں	بکری کی آواز —	میں، میں
کوے کی آواز —	کائیں کائیں	بندر کی آواز —	کچے کچے
چڑیا کی آواز —	چوں چوں	بچوں کی آواز —	آغوں
کوئل کی آواز —	کوکو		

استاد بچوں سے کہیں کہ ان آوازوں کی مدد سے جملے بنائیں۔

یا

پھر یہ پوچھیں کہ ''آغوں'' کس آواز ہے۔ بچے کی

''کائیں کائیں'' کس کی آواز ہے۔کوے کی

صوت وصدا کی مدد سے بھی بچے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

مثلاً استاد پتھر کا ایک ٹکڑا زمین پر گرائیں اور پوچھیں کہ یہ کس قسم کی آواز ہے۔

کانچ کا کوئی ٹکڑا زمین پر گرائیں اور پوچھیں کہ یہ کس چیز کی آواز ہے اسی طرح لکڑی، لوہے، وغیرہ کی اپنی الگ الگ آوازیں ہیں۔

حرکات کی وجہ سے معنی میں فرق

حرکات:— زیر(کسرہ) زبر(فتحہ) پیش(ضمہ)

لفظ	معنی	کس زبان کالفظ
گُل	پھول	فارسی
گِل	مٹی	فارسی
مِہر	آفتاب، سورج	عربی
مُہر	نشان	عربی

دام	جال، پھندا	فارسی
دام	قیمت	ہندی
دُر	موتی	عربی
دَر	دروازہ	فارسی
دَر	بھاؤ،شرح	ہندی
سنگ	ساتھ	ہندی
سنگ	پتھر	فارسی
نقل	مٹھائی	عربی
نقل	تبدیلی	عربی
مِلک	جائیداد	فارسی
مَلک	فرشتہ	عربی
مُلک	Country	عربی
رَباط	مسافرخانہ	عربی
رِباط	جس چیز سے دوسری چیز کو کس کر باندھیں	عربی
پلنگ	آرام کے لئے سونے کا تختہ	فارسی
پلنگ	چیتا	ہندی

رُباعی : چار مصرعوں والی نظم

رَباعی : اونٹ جس کی عمر سات کی ہو

ضروری ہے کہ چھوٹے بچوں کو اِملا کی غلطیاں بتائی جائیں۔

غلط	صحیح	کچھ ہم شکل الفاظ مگر معنی میں اختلاف:		
گودام	گدام	گُل	=	پھول
اوجاڑ	اجاڑ	گِل	=	مٹی
دوکان	دکان	دام	=	جال

دویم	دوم	دام	=	قیمت
سویم	سوم	آب	=	پانی
پردا	پردہ	آب	=	چمک
دھوکھا	دھوکہ	لگن	=	تسلہ
زرا	ذرا	لگن	=	چاہت
زکات	زکوٰۃ	حال	=	حالت
رجّب	رَجَب	حال	=	کیفیت
ہرلوگوں	ہرآدمی	بِیل	=	ایک قسم کا پھل
فتّور	فُتور	بَیل	=	جانور گائے کی تذکیر
معہ	مع	بِیت	=	لچک دار شاخ
اوڑنا	اڑنا	بَیت	=	گھر
اوس کا	اُس کا	بید	=	بیت (ایک قسم کی لچکدار شاخ)
پوجاری	پجاری	بَید	=	حکیم، ڈاکٹر

متضاد الفاظ		ہم آواز الفاظ معنی کے اعتبار سے فرق			
بزدل	بہادر	دبد	ہمیشہ	عبد	بندہ
ظالم	مہربان	ارض	زمین	عرض	درخواست
ممکن	ناممکن	اقرب	نزدیک	عقرب	بچھو
مناسب	نامناسب	توبہ	رجوع	طوبہ	اینٹ
مکمل	نامکمل	امارت	امیری	عمارت	بلڈنگ/مکان
اپنا	غیر	حال	حالت	ہال	بڑا کمرہ
تاریک	روشن	خوار	ذلیل	خار	کانٹا

اونچا	نیچا	سرق	ترکش	صدق	سچائی
کالا	سفید	ثواب	خیر	صواب	اچھا/ٹھیک
خوبصورت	بدصورت	اصرار	ضد	اسرار	راز
اندر	باہر	صدا	آواز	سدا	ہمیشہ
نیک	بد	حلال	جائز	ہلاک	پہلی تاریخ کا چاند
سیدھا	بانکا	اصل	خاص	عسل	شہد
		نحر	قربانی	نہر	ندی
		نسب	خاندان	نصب	گاڑنا
		نس	رگ	نص	آیت
		نصل	تلوار	نسل	خاندان
		مص	چوسنا	مَس	چھونا
		چاہ	کنواں	چاہ	محبت
		ماہ	مہینہ	ماہ	چاند

ایک ہی معنی میں آنے والے کئی الفاظ

آفتاب	خورشید، مہر، شمس، سورج	Sun
عالم	دنیا، جہان، گیتی	World
گرسنگی	بھوک، اشتہار	Hunger
تاجر	سوداگر	Trader
ماتھا	پیشانی، جبیں	Fore-head
مہنگا	قیمتی، گراں	Costly
آہن	لوہا، فولاد	Iron

Fool	بیوقوف، بہلول	احمق
Master,Owner	مالک، صاحب	آقا
Fear	ڈر	خوف
Happiness	خوشی	مسرت
Water,Glibring	پانی، چمک	آب
Language,Dibeet	لولی	زبان
Plenty	زیادتی	افراط
To confer	دنیا، عطا کرنا	بخشنا
	لالچ، طمع	حرص
	شرم، لاج	حیا
	بحث، دلیل	حجت
	دکھ، درد، تکلیف	غم

ANTONYMS متضاد الفاظ

ضد	الفاظ	ضد	الفاظ	ضد	الفاظ	ضد	الفاظ	ضد	الفاظ	ضد	الفاظ
طرب	حزن	خفیہ	علانیہ	برکت	نحوست	فراخ	تنگ	رنج	راحت	سما	ارض
نیستی	ہستی	منحوس	مبارک	نادان	دانا	ویران	آباد	حرام	حلال	انتہا	ابتدا
مجہول	معروف	کذب	صدق	قدیم	جدید	چھوٹا	بڑا	تریاق	زہر	فقیر	امیر
مخدوم	خادم	کافر	مومن	غبی	ذہین	تکلیف	آرام	بیداری	خواب	بلندی	پستی
کامل	ناقص	چڑھاؤ	اتار	متحرک	ساکن	بعید	قریب	غروب	طلوع	عذاب	ثواب
پرانا	نیا	پانی	آگ	طامع	قانع	تر	خشک	ظلمت	نور	غلام	آقا
غدار	وفادار	بنت	ابن	بے گناہ	گنہگار	لطیف	کثیف	گریہ	خندہ	انکار	اقرار
زرخیز	بنجر	آخر	اول	نیچا	اونچا	طاق	جفت	جدت	قدامت	دوزخ	جنت

حاکم	محکوم	اقبال	ادبار	معدوم	موجود	شریف	کمینہ	امانت	خیانت	اول	آخر
خیر	شر	تاخیر	تعمیل	منکر	معتقد	لاغر	فربہ	سود	زیاں	لمبا	ناٹا
شادی	غم	جز	کل	بخیل	سخی	لمبا	ناٹا	بہشت	دوزخ	اجلا	کالا
نشیب	فراز	ترقی	تنزل	جابر	عادل	فائدہ	نقصان	حقیقت	مجاز	عیب	ہنر
ارزانی	گرانی	تہی	پُر	فنا	بقا	حضور	غیب	مہذب	وحشی	توقیر	تحقیر
ذلیل	عزیز	صغیر	کبیر	نظم	نثر	اتفاق	نفاق	دینی	دینوی	دور	نزدیک
ظاہر	باطن	روز	شب	بغاوت	اطاعت	مانوس	غریب	ہاں	نہیں	مغرب	مشرق
صواب	خطا	کمی	بیشی	جلی	خفی	چپ	راست	حُسن	قبیح	سخاوت	بخل
افراط	قلت	عارضی	مستقل	تعریف	توہین	خاص	عام	مدح	ذم	گل	خار
گھنا	چھدرا	پس	پیش	عزت	ذلت	ممکن	ناممکن				

SEVERAL WORDS HAVING THESAME MEANING.

ایک ہی معنی میں آنے والے کئی الفاظ

آفتاب — خورشید

خورشید — آفتاب

مہر — آفتاب

آفتاب — شمش

شمش — آفتاب

عالم — دنیا

دنیا — جہان

جہاں — گیتی

سستا — ارزاں

ارزاں — سستا

مہنگا — گراں

گراں — زیادہ قیمت والا

آہن — لوہا

آہن — فولاد

احمق — بے وقوف

گیتی	جہاں
گرسنگی	بھوک
بھوک	اشتہار
اشتہار	بھوک
تاجر	کاروباری
سوداگر	سودا فروخت کرنے والا
ماتھا	پیشانی
جبین	پیشانی
صرفہ	خرچے

بے وقوف	جس میں سمجھ کی کمی ہو
آقا	مالک
صاحب	اقتدار والا
خوف	ڈر
ڈر	دہشت
مسرت	خوشی
پیشانی	جبین
خرچہ	صرفہ

مختلف المعنی ہم آواز الفاظ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ابد	ہمیشہ	عبد	بندہ	اصرار	ضد	اسرار	راز
اقرب	نزدیک	عقرب	بچھو	بحر	دریا،سمندر	بہر	واسطے
تعویل	پلٹنا	تاویل	بات بدلنا	تاجیل	دیر کرنا	تعجیل	جلدی کرنا
حول	طاقت	ہول	خوف	خار	کانٹا	خوار	ذلیل
زحمت	تکلیف	زہمت	بدلا ہونا	سماع	سننا	سما	آسمان،فلک
صاد(ص)	حرف کا نام	سعد	نیک	صدا	آواز	سدا	ہمیشہ
شیر	جانور کا نام	شیر	دودھ	سد	بند	صد	سو(۱۰۰)
سفیر	قاصد	صغیر	آواز	سدق	ترکش	صدق	سچائی
آم	پھل کا نام	عام	غیر معین	صم	بہر	سم	کھر
حال	حالت	ہال	بڑا کمرہ	زراعت	کھیتی	ضراعت	عاجزی
توبہ	رجوع	طوبہ	اینٹ	داعی	دعوت دینے والا	دائی	کنیز

تعویذ	پناہ مانگنا	تعویض	بدلہ لینا	صحو	ہوشیار	سہو	غلطی
ثواب	خیر	صواب	ٹھیک	امل	آرزو	عمل	کام
امارت	امیری	عمارت	محل	ارب	سوکروڑ	عرب	ملک کا نام
زہیر	روشن	ظہیر	پشت پناہ	فحم	کوئلہ	فہم	سمجھ
مص	سوچنا	مَس	چھونا	مطاع	نوکر	متاع	پونجی
نسب	خاندان	نصب	گاڑنا	حاجی	حج کرنے والا	ہاجی	ہجو کرنے والا
حلال	جائز	ہلال	پہلی تاریخ کا چاند	نس	رگ	نص	آیت
مفل	تلوار	نسل	خاندان	اصل	خاص	عسل	شہد
نحر	قربانی	نہر	ندی	عالم	پڑھا لکھا	عالَم	دنیا
اَلم	غم	علم	جھنڈا	آج	آج کا دن	عاج	ہاتھی دانت
بعد	پیچھے	باد	ہوا	ہَوا	ہوا	ہوا	حرص، لالچ

اردو زبان پر دکن، دہلی، لکھنؤ اور پنجاب کے اثرات

''اردو'' ایک زبان ہے۔ وقت کے ساتھ اس زبان میں علاقائی طور پر اثرات مرتب ہو گئے۔ یعنی ان علاقوں کی زبان، بولی، ٹھولی سب اردو زبان میں شامل ہوتی گئیں۔

اردو کا ابتدائی دور بہت ہی دھندلا ہے۔ مگر اس دھند ھلکے میں جو شاعر نظر آتا ہے وہ امیر خسرو دہلوی ہیں۔ بنیادی طور پر امیر خسرو فارسی کے شاعر ہیں۔ مگر جس شاعر نے سب سے پہلے اردو شعر کہا وہ امیر خسرو ہی ہیں۔ مگر ترتیب یہ ہے کہ ایک مصرع فارسی اور ایک اردو۔ ان کی کتاب خالق باری ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے فارسی بحور اردو میں استعمال کیا جس کے مطلع کے ابتدائی الفاظ میں دو الفاظ خالق/ باری ملتے ہیں۔ ان کے زمانے میں اردو زبان میں پختگی آ چکی تھی مگر روانی نہیں آئی تھی اور متانت الفاظ بھی نہایت محدود تھی۔ ایسا نہیں کہ ان کے زمانے میں زباں اردو بالکل سج سنور کر ہمارے سامنے آ گئی تھی بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اردو زبان کی داغ بیل ان کے زمانے میں ہی ان کے ذریعہ پڑ چکی تھی۔

امیر خسرو کے زمانے سے لے کر شعرائے دکن کے زمانہ میں خاصا وقت اور فاصلہ ہے جو تقریباً تین سو سالوں

پر مشتمل ہے۔یعنی اس عرصے میں بھی اردو اتنی ترقی یافتہ نہ ہوسکی۔ہاں اس میں تھوڑی مضبوطی ضرور آئی۔

اردو کے تعلق سے اکبر اعظم کا دور عہد زریں کہا جاتا ہے،اکبر کے زمانے میں اردو ملکی اور غیر ملکی الفاظ اردو زبان میں شامل کئے گئے۔اکبر چاہتا تھا کہ ملک کی رعایا اور باہر کے فاتح زبان کے وسیلے سے ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں۔ اکبر خود بھی دیسی زبان میں کبھی کبھی شعر کہا کرتا تھا۔ہندی شعراء مثلاً فیضی اور عبدالرحیم خاں خاناں بھی تھے۔فاتح اور مفتوح دونوں قوموں میں کلی اتحاد اور میل جول تھا اور کئی زبانوں سے مل کر ایک نئی زبان پیدا ہوئی جسے ''اردو'' کہا جاتا ہے۔

بہر حال یہ اردو کی شروعات کا واقعہ ہے۔

اب رفتہ رفتہ دہلی میں بھی اردو تھی،لکھنؤ میں بھی،دکن اور پنجاب میں بھی ان خطوں کے الگ الگ اثرات اردو زبان پر پڑے۔

اردو کی ترقی کا زمانہ میر،سودا پر محیط ہے۔ان شاعروں نے اروزبان وادب کو زینت الفاظ اور جدت خیال سے آراستہ کیا۔زبان کی تزئین یونہی ہوتی ہے۔

دہلی میں مرزا مظہر خان جاناں،میر درد،سوز،قائم،یقیں،بیان،ہدایت،قدرت،ضیا ان کے ہم عصر ہیں۔ان شاعروں پر فارسی رنگ غالب تھا لہٰذا وہ ہندی الفاظ پر فارسی کو فوقیت دیتے تھے۔ان کے زمانے میں اردو کئی بندشوں سے پاک ہوگئی۔انہوں نے نہ صرف زبان کو صاف کیا بلکہ اس میں فارسی کے خوبصورت الفاظ اور محاورے بھی شامل کئے جدید خیالات بھی اردو شاعری میں آنے لگے۔یہی وہ وقت ہے جب اردو میں صائع بدائع بکثرت استعمال میں آنے لگے۔زبان کے تیور بدل گئے۔ان کے زمانے میں نئی اصناف سخن مثلاً اسوخت،مرثیہ،مخمس،ہجو،مثلث،مربع اور مستزاد وغیرہ سب فارسی سے لئے گئے اور اردو زبان وادب میں داخل کئے گئے۔تو یہ اہل دہلی کے اثرات تھے جو زبان پر مرتب ہوئے۔

ان کے بعد غالب اور ذوق کا زمانہ ہے جس میں اردو زبان وادب میں اچھی تبدیلیاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔یہ اردو کے عروج کا زمانہ ہے۔اس دور میں فارسیت کو ترقی ملی۔ذوق کا کلام صاف ہے اس لئے کہ ان کے یہاں غالب کی طرح اتنی فارسی آمیزی نہیں ہے۔بہر حال اس طرح زبان پر مثبت اثرات مرتب ہوتے گئے۔

اب اس کے بعد ناسخ اور آتش سے لکھنؤ میں ایک نئے دور کا آغاز ہے۔اس عہد میں بھی اردو زبان وادب پر اچھے اثرات مرتب ہوئے۔جب دہلی اجڑ گئی تو اکثر شعراء لکھنؤ آئے۔

ناسخ نے بھی زبان کی تراش خراش میں بڑا حصہ لیا۔ان کی وجہ سے زبان سجی اور سنوری۔ان کے زمانے سے نیا شعری رنگ شروع ہوا ان کے دور میں شاندار الفاظ،صائع بدائع وغیرہ ملتے ہیں۔ساتھ ہی اس دور کے شعری ادب میں بے

تکلفی سادگی سوز وگداز اور نیچر کی جھلک بھی ملتی ہے۔

پھر امیر وداغ کا زمانہ ہے، پھر آزاز اور سرسید کا زمانہ آیا جب تک اردو کی تزئین اچھی خاصی ہو چکی تھی۔

معلوم یہ ہوا کہ خطوں کا اثر بھی زبان پر مرتب ہوتا ہے سو اہل دہلی کا اور لکھنؤ کا اثر بتدریج زبان پر مرتب ہوا۔

اردو زبان کی تعلیم کی ضرورت اور مقاصد

زبان اردو کی اپنی ایک تاریخ ہے جو صدیوں پر محیط ہے۔انگریزی دور میں بھی اس زبان وادب پر کافی کام ہوئے ہیں، کلکتے کا فورٹ ولیم کالج اس کی نمائندہ مثال ہے جہاں اردو کے تعلق سے کافی کام ہوئے ہیں۔اردو وہ زبان ہے جس نے آزادی کی جنگ میں نمایاں کردار ادا کیا اور انقلاب زندہ باد کا نعرہ، یا دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے'' وغیر دیا۔

اردو ایک زبان ہی نہیں بلکہ ایک مشترکہ ہندستانی تہذیب کا نام ہے اس کے بولنے، لکھنے پڑھنے والوں میں بلاامتیاز مذہب وملت سبھی لوگ شامل رہے ہیں اور آج بھی شامل ہیں۔

لیکن افسوس کی بات ہے کہ آزادی کے بعد چند شاطر ذہنوں نے اردو کو نقصان پہنچایا ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

عہد فرنگ میں لوگ انگریزی اس لئے پڑھتے اور سیکھتے تھے کہ انگریزی کا رشتہ روزی روٹی سے جڑا ہوا تھا آج بھی انگریزی سربلند ہے۔مغلوں کے عہد میں فارسی کا رشتہ روزی روٹی سے جڑا ہوا تھا۔

افسوس ہے کہ اردو آج خود اپنی ہی جگہ بے یار ومددگار کھڑی ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ لوگ بلاامتیاز مذہب وملت اردو کے کاز کے لئے کام کریں، بلاشبہ کچھ لوگ لگے ہوئے ہیں۔

اپنی تہذیب قائم رکھنے کے لئے اردو کی تعلیم ضروری ہے کیونکہ اردو کا ایک خاص مزاج ہے۔اس کی الگ پہچان ہے جو دوسری زبانوں سے قطعی مختلف ہے۔

اس لئے اردو تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔مگر ایک سوال جو پہلے بھی تھا کہ اردو کی بقا کا راز کیا ہے؟ اردو کیسے پھل پھول سکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پرائمری سطح سے اردو کی تعلیم کا اچھا اہتمام انصرام کیا جائے۔

(۱) اردو کی تعلیم پرائمری سطح سے بہ طریق انسب ہوتا کہ آنے والی نسلیں اس زبان سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔

(۲) گزشتہ پچاس برسوں میں وزارت ترقی انسانی وسائل نے پرائمری تعلیم میں دنیا کا سب سے بڑا اور مضبوط نیٹ

ورک تیار کیا یا ہے، پرائمری تعلیم کے نیٹ ورک کو اردو والوں کے لئے بھی مختص کیا جائے اس کی اشد ضرورت ہے۔

اردو زبان کی تعلیم اور مقاصد اور بھی ہیں

(۱) پرائمری سطح سے ہی نہایت سائنٹی فک طریقے سے اردو کی تعلیم کا انتظام بچوں کی ذہنی سطح کا لحاظ رکھتے ہوئے ہو۔

(۲) ہر ریاست میں مادری زبان میں تعلیم کا انتظام بطرز احسن ہو۔

(۳) اسکول کی سطح تک کی درسی کتابیں اردو میں ہوں۔

(۴) معلومات عامہ کی کتابیں اردو میں ہوں۔

(۵) بچوں کا ادب اردو میں ہو ۔

(۶) ریاستی اردو اکاڈمیوں کو اس باب میں پوری کوشش کی کرنی چا ہیئے

(۷) اردو اکاڈمی ہر ریاست میں دولسانی لغت تیار کرے جس میں اردو کے ساتھ ریاست کی زبان بھی ہو۔ مثلاً بنگال میں اردو بنگالی لغت۔

(۸) بچوں کے ادب کے تعلق سے ہر ریاست میں اردو اکاڈمی دو تین کتابیں شائع کرے۔ ان میں کہانیوں اور شاعری کی کتابیں بھی ہوسکتی ہیں۔

(۹) اردو میں معاون ہم درسی کتابوں کا فقدان ہے، مختلف علوم کی توضیحی لغت اور مقبول عام کتابوں کی تیاری کو اردو اکاڈمیاں آپس میں تقسیم کرلیں۔

کم از کم اگر ان چند باتوں پر عمل ہوتا ہے تو اردو کو کافی فائدے ہوں گے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام تنازے ختم ہوں اور زبان کو زبان رہنے دیا جائے۔ زبان کسی خاص شخص کی جا گیر نہیں ہے بلا امتیاز مذہب وملت جو اسے اپناتا ہے زبان اسی کی ہو جاتی ہے۔

زبان کی دوشکلیں

(۱) تقریری (۲) تحریری

زبان کوئی بھی ہو وہ تقریر اور تحریر کے ذریعہ ہی خود کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کے علاوہ تحریری زبان کی دو شکلیں ہیں جن سے سب واقف ہیں۔

(۱)شعری زبان (۲)نثری زبان

شعری زبان میں نظم، غزل، رباعی، قطعات وغیرہ۔نثری زبان میں مضامین، قصہ، کہانی، ڈرامے وغیرہ لکھے جاتے ہیں۔

دونوں سلسلے ہی قدیم ہیں۔ بلکہ دنیا میں سب سے پہلے نظم ہی لکھی گئی۔ بعد میں نثر کی باری آئی۔

نثر زبان کی دوشکلیں

(۱)عام زبان:— وہ زبان جو آدمی بولتے ہیں اور جس میں فصاحت اور بلاغت نہیں ہوتی۔ بس مقاصد کی ترسیل اس سے ہوتی ہے۔

(۲)ادبی زبان:— ادبی زبان میں فصاحت ، بلاغت چاشنی ہوا کرتی ہے۔ یہ زبان شاعر، ادیب اور ڈرامہ نویس استعمال کرتے ہیں اور عامیوں کی پہنچ سے یہ زبان کافی دور ہوتی ہے۔

خطوط وحدانی کی علامت

بانگ درا (علامہ اقبال) کا شعری مجموعۂ کلام ہے۔

شاخ زیتون (حامی گورکھپوری) کا مجموعۂ کلام ہے۔

زنداں بدوش (حاذق انصاری) کا مجموعۂ کلام ہے۔

زبان کی تعلیم کے مختلف مدارج

سننا
(HEARING)

پرائمری درجات میں سننے کی بری اہمیت ہے۔سن کر بچہ/ بچی بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ جیسے کوئی معصوم بچہ اپنے ماں باپ کی آوازیں سن کر آہستہ آہستہ بولنے لگتا ہے اور لفظوں پر اس کی گرفت مضبوط ہوجاتی ہے۔ اگر گھر میں اردو بولی جاتی ہے تو بچہ رفتہ رفتہ اردو بولنے لگتا ہے۔ اسے چیزوں کی پہچان بھی ہوجاتی ہے۔ مثلاً ماں اگر کہتی ہے وہاں گلاس رکھا ہوا ہے اسے لے آؤ۔ چونکہ اسے گلاس کی پہچان ہوتی ہے اس لئے فوراً گلاس لے آتا ہے۔ یا دوسری چیزیں۔ معلوم یہ ہوا کہ یہاں بھی سننے (HEARING) کا معاملہ ہے۔

اس لئے پڑھائی کے دوران اساتذہ حضرات صاف لفظوں میں، سیدھے سادے انداز میں باتیں کریں اور دوران گفتگو مشکل الفاظ کے استعمال سے پرہیز کریں۔اس طرح بچہ آہستہ آہستہ بہت کچھ سیکھ جاتا ہے۔

بولنا
SEAKING

بولنے کی اپنی ایک الگ اہمیت ہے۔ اساتذہ کی زبان معیاری ہونی چاہئے۔ رفتہ رفتہ استاد کی زبان میں باتیں کرنے لگے گا۔ چھوٹے بچوں کے لئے بھی تعظیم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

مثلاً — احمد علی یہاں آئے۔

قاسم آپ ایک گلاس دودھ لائیے۔

نسیمہ آپ کھڑی کیوں ہیں، بیٹھ جائیے۔

ایسے الفاظ اگر گفتگو کے دوران بچہ روز سنتا ہے تو آہستہ آہستی اس کی زبان بھی ویسی ہو جائے گی جیسی زبان استاد کی ہے۔ یہ تو اسکول کا معاملہ ہے۔ اگر گھر میں بھی یہی طور رہا۔ ایسا ہی انداز گفتگو رہا تو بچہ نہایت اچھی زبان میں گفتگو کرنے لگے گا۔ دوران گفتگو اگر بچہ کسی لفظ کا تلفظ غلط کرتا ہے تو لازم ہے کہ اس کا تلفظ درست کیا جائے۔

مثلاً — کوشش کو اگر بچہ کوسس کہتا ہے تو اسے بتانا چاہئے کہ دونوں شین بڑی شین ہیں۔ لہٰذا کوشش کہنا اچھا ہے۔ اس طرح کی لفظی تہذیب اور تلفظ اگر بچے کو شروع سے ہی سکھائی جائے تو یقیناً اس کی زبان شاندار ہوگی۔

لکھنا
WRITING

طالب علموں کے لئے اچھی لکھاوٹ بھی ضروری ہے۔ اس لئے شروع سے ہی اس پر دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ مشہور بات ہے BAD HAND WRITING IS THE SIGN OF INCMPLETE EDUCATION خراب طرز تحریر نامکمل تعلیم کی علامت ہے۔

پہلے لوگ مدرسوں میں تختی لکھا کرتے تھے۔ اس سے تحریر اچھی ہو جاتی تھی۔ ان دنوں تحریر پر کم دھیان دیا جاتا ہے اس لئے بچوں کی تحریریں خراب ہیں۔ ضروری ہے کہ روزانہ تختی/سلیٹ پر کچھ نہ کچھ نہایت محبت سے طلباء لکھیں۔ اس عادت کی وجہ سے تحریر رفتہ رفتہ بہتر ہو جائے گی۔ معیاری لکھائی کے لئے ضروری ہے کہ خوش خط لکھنے کی عادت طلبا میں ڈالی جائے اور اساتذہ کرام ذرا محنت کریں۔ اس کے علاوہ اِملا (DICTATION) کی ضرورت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ ''اِملا'' لکھوائیں اور غلطیوں کی نشان دہی کریں اور پھر طالب علموں سے کہیں کہ ہر غلط لفظ کو پانچ پانچ بار لکھیں۔

بولنے پڑھنے اور لکھنے کے مرحلے میں رموز واوقاف کی بھی اپنی ایک اہمیت ہے۔

گفتگو کے دوران اس بات کا خیال رکھنا ہے کہاں رکنا ہے اور کہاں بولنا ہے۔ پڑھنے کے دوران بھی اس بات کا خیال ضروری ہے۔ لکھنے کے معاملات میں بھی یہی اصول کام کرتا ہے۔

۷ علامت ربط : شاعر اپنے تخلص کے اوپر یہ نشان لگاتے ہیں۔

غالبؔ چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہوں روز ابر اور ماہتاب میں
غواصؔ ترہ آہِ شرر بار سے ڈرہے
عالم کو جلا دے نہ تری گرم نوائی

۸ خفیف وقفہ کے لئے: لفظوں کو الگ کرنے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔

گھر، مکان، مکین کسی کا کوئی پتا نہیں ہے۔

گنگا، کرشنا، کاویری، مہاندی سب ہندستان کے معروف دریا ہیں۔

۹ استفہامیہ علامت: جہاں سوال کیا جائے۔

تمہارا نام کیا ہے؟

گاؤں کدھر ہے؟

کل کون آئے تھے؟

علامت تفصیلہ: کسی ایک شعر کی تشریح کیجئے:

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصیال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

اب شعروشاعری کا زمانہ کہاں حفیظؔ
پینے کا وقت ہے نہ پلانے کی تاب ہے

اگر کسی لفظ کا اِملا بچہ غلط کرتا ہے تو اسے بتانا ضروری ہے۔ ان تمام چیزوں کی صحت کے لئے گفتگو (آپسی بات چیت، بہ آواز بلند نظم خوانی، نظم پڑھنے کے دوران اگر بچہ کسی لفظ کا غلط تلفظ کرتا ہے تو اسی وقت اسے درست کر دینا ضروری ہے۔ حروف کی جو آوازیں ہیں ان آوازوں کی تعلیم بھی ضروری ہے۔

مثلاً:— ج کی آواز الگ ہے۔

ز کی آواز الگ ہے۔

س کی آواز الگ ہے۔

ش کی آواز الگ ہے۔

اس کے علاوہ اساتذہ حضرات کے لئے ضروری ہے کہ وہ حرکات وسکنات کا بھی خیال رکھیں مثلاً بچہ اگر راحت کو راحت کہتا ہے تو اسے یہ بتانا کہ راحَت (زبر کے ساتھ) صحیح ہے اور راحِت زیر کے ساتھ غلط ہے۔

اس باب میں اساتذہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود بھی لغت(Dictionary) کا مطالعہ اپنی عادت بنالیں۔قصہ خوانی کو بعض لوگ اتنی اہمیت نہیں دیتے،مگر اس سے بھی الفاظ کی درستگی میں مدد ملتی ہے۔یہاں یہ لکھنا ضروری ہے کہ بچے قصہ خوانی میں حصہ لیں۔اس سے زبان درست ہوگی اور جھجھک بھی ختم ہوگی۔

کبھی کبھی کلاس کے بعد''تقریر'' کا بھی نظم ہونا چاہئے اس سے بولنے کی عادت کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور بچہ/بچی آنے والے دنوں میں اچھے مقرر ہوسکتے ہیں۔کبھی کبھی نثری عبارتیں جنہیں بچہ/بچی بہ آسانی پڑھ سکتے ہوں وہ ان سے پڑھوائے جائیں اور جہاں غلطی کریں استاد اسے صحیح کریں۔اس طرح تربیتِ زبان ہوگی۔

پڑھنا READING

پڑھنا بھی زبان کی درستگی کے لئے ضروری ہے۔بلند آواز اسے کچھ پڑھا جائے تو زبان درست ہوجاتی ہے کیونکہ سننے والا گر ساتھ ساتھ غلطیوں کی اصلاح بھی کرتا جاتا ہے۔معیاری پڑھائی کی خصوصیات میں اِملا،حرکات وسکنات اور تلفظ کا بڑا دخل ہے۔بلند خوانی کی ضرورت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔خاموش خوانی بھی اچھی ہے کیوں کہ خاموش خوانی میں فکر بھی شامل رہتی ہے اور پڑھنے والے پڑھائی کے ساتھ سوچتا رہتا ہے اور غور بھی کرتا ہے۔

حصّہ قواعد

ترکیب صرفی PARSING

ترکیب نحوی ANALYSIS

ترکیب صرفی میں یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ جملے میں کون کون سے PARTS OF SPEACH آتے ہیں۔

اسم	ضمیر	اسم صفت	فعل	اسم ظرف	حروف جار	حروف اتصال	فجائیہ حروف
Noun	Pronoun	Adjectinve	Verb	Adverb	Preposition	Conjection	Interjection

مثال:— انصاف علی مدرسہ سے گھر آیا۔ (ترکیب صرفی)

انصاف علی (اسم معرفہ) ———————— Proper Noun

مدرسہ (اسم عام) ———————— Common Noun

گھر (اسم عام) ———————— Common Noun

آیا (فعل-ماضی ———————— Verbv - in the Past Tens

سے (حرف ربط ———————— Conjection

ایسے چھوٹے چھوٹے جملے بچوں کو دیئے جائیں اور ان سے اسی طرح ترکیب صرفی کی مشق کرائی جائے۔

جملہ فعلیہ

اکبر نے بازار سے ایک گھوڑا خریدا۔

اکبر (فاعل) (Subject)

خریدا (فعل تام)

نے (علامتِ فاعل، جملہ فعلیہ)

ایک (ضمیری عددی) (Pronoun of Number)

گھوڑا (معدود)

سے (حرف) (Preposition)

بازار (مجرور)

تم لوگ ایک کام کرو:

کرو (فعل تام)

تم لوگ (فاعل جملہ فعلیہ)

ایک (صفت)

کام (مفعول موصوف)

سلیم کا بھائی روٹی پسند کرتا ہے:

کرتا ہے (فعل متعددی)

سلیم (مضاف الیہ جملہ فعلیہ، خبریہ

کا (علامتِ اضافت فاعل)

بھائی (مضاف)

روٹی (مفعول)

ترکیب نحوی ANALYSIS

(۳) پرویز کی بہن عقل مند ہے

پرویز (مضاف الیہ جملہ خبریہ)

کی (علامت اضافت)

بہن (مضاف)

بہت (صفت)(Adjective)

عقل مند (موصوف، خبر)

(۴) کبیر عالم ہے۔

کبیر (مبتدا، اسم معرفہ، جملہ اسمیہ، خبریہ)

عالِم (خبر)

(۵) انسان فانی ہے۔

ہے (فعل ناقص)

انسان (مبتدا جملہ اسمیہ خبریہ)

فانی صفت (خبر)

(۶) عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے۔

ہوتی ہے (فعل ناقص)

عمر (مبتدا جملہ رسمیہ، خبریہ)

تمام (خبر)

یوں ہی (اسم ظرف)

اگر اس طرح کے چھوٹے چھوٹے جملوں سے مشق ہو تو بچوں کو ترکیب نحوی کرنے میں آسانیاں ہوں گی۔

ANALYSIS مرکب نحوی

Analysis mean to break a sentence in component parts clauses.

ترکیب نحوی کے قاعدے:

اگر شعر ہے تو سب سے پہلے اسے نثر میں تبدیل کرنا۔ حذف شدہ چیزوں کو ظاہر کرنا، فعل ناقص ہے تو جملہ اسمیہ، فعل لازم ہے تو جملہ فعلیہ ۔

اگر جملہ فعلیہ میں فعل لازم ہے تو صرف فاعل اور اگر فعل متعدی ہے تو فاعل، مفعول، فعل تینوں کو بتانا اور ان کی نشان دہی کرنا۔

کبھی فعل متعدی میں ایک مفعول (Object) کبھی دو مفعول بھی آتے ہیں۔ انہیں بتانا۔

مرکب جملوں کے حصوں کی الگ الگ ترکب بتانا۔

ترکیب نحوی کی چند مثالیں

(۱) وہ لوگ نیک ہیں۔

وہ لوگ (ضمیر غائب، مبتدا)

نیک (اسم صفت)

ہیں (فعل ناقص، خبر (مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ کہا جائے گا۔

(۲) رام لال اس مرتبہ کامیاب ہوگیا۔

رام لال (مبتدا) اسم معرفہ

اس مرتبہ (اسم ظرف متعلق خبر، جملہ اسمیہ خبریہ

ہوگیا (فعل ناقص)

زبان کی تعلیم کے معاون لوازم کی اہمیت

ان میں کئی مندرجہ ذیل اشیاء آتی ہیں۔

(1) **چارٹ** CHART

(2) **ماڈل** MODEL

(3) **بلیک بورڈ** BLCAK BOARD

(4) **آڈیو** AUDIO

(5) **ویڈیو** VIDIO

(6) **سی ڈی** C.D

استاد کے لئے لازم ہے کہ دوران تعلیم مندرجہ بالا ساری اشیاء کا استعمال کریں۔

چارٹ CHART استاد پہلے سے چارٹ تیار کرلیں۔ مثلاً اگر وہ جغرافیہ پڑھا رہے ہوں تو جس مقام کا جغرافیہ پڑھا رہے ہوں اس مقام کا نقشہ ضرور ہونا چاہئے۔ اگر وہ پیداوار کے متعلق درس درے ہوں تو چارٹ ہونا ضروری ہے۔ مثلاً چاول کی پیداوار کے لئے کتنی حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی مٹی میں چاول کی پیداوار کس قدرہ وتی ہے۔ کس مقام پر کتنی پیداوار ہوتی ہے۔ اگر ضرورت سے زیادہ پیداوار ہوا ہے تو فاضل پیداوار کن کن مما لک کو برآمد(Export) کئے جاتے ہیں۔

استاد اگر دنیا(World) کے بارے میں پڑھا رہے ہوں تو گلوب سامنے ہونا چاہئے۔ یہ بھی دکھانا ضروری ہے کہ دنیا ایک محور پر گھوم رہی ہے جو حصہ سورج کے سامنے ہوتا ہے وہ روشن ہوتا ہے اور جو اس کے مخالف سمت میں ہوتا ہے وہ تاریک رہتا ہے۔

موسم کی تبدیلیوں کے تعلق سے بھی ان کے پاس چارٹ کا ہونا ضروری ہے۔ کس مقام پر کتنی حرارت ہوتی ہے۔ بارش کے لئے بھی چارٹ کا ہونا ضروری ہے کہاں کتنی بارش ہوتی ہے۔

آڈیو AUDIO

Form relating to hearing: یہ وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ آواز سنی جاتی ہے۔ استاد کے لئے لازم ہے کہ وہ Audio - Visiual آلے کا استعمال کریں۔ یہ وہ آلہ ہے جس میں دیکھنے اور سننے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

اگر استاد تاریخ(History) پڑھا ہوں تو زبان سے جو آواز نکلے گی وہ تو طلبا/ طالبات سنیں گے ہی مگر اس کے علاوہ Vision نظر کے لئے بھی کچھ چاہئے۔

مثلاً اگر وہ (استاد) جنگ کے بارے پڑھا رہے ہوں تو دکھائیں کہ فوج کس طرح بڑھ رہی ہے، فوج کا جنرل کہاں ہے؟ پیدل سپاہی کہاں ہیں اور گھوڑسوار کس طرف ہیں۔ خندق کس طرف کھودی گئی ہے۔ گھوڑے تمام ساز و سامان سے لیس ہیں۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں جنگ کے طریقے بدل چکے ہیں، اب ہوائی جہاز کے وسیلے سے بم گرائے جاتے ہین۔ اس کی اطلاع بھی بذریعہ نقشہ طلبا/ طالبات کو ہونی چاہئے۔ ایٹم بم/ ڈرون بم/ اور Calhede gas کیا ہیں۔ یہ سب بھی طلبا کو بتایا جائے۔ ہوائی جہاز کیسے اپنے اس مقام پر جاتے ہیں جہاں بم کا گرانا مقصود ہوتا ہے۔ میزائیل کا استعمال بھی نقشے کے وسیلے سے بتایا جائے تو بہتر ہے۔

VIDEO A system of recording and reproducing moving visual image using magnetic tape.

یہ وہ سسٹم ہے کہ جس میں مقناطیسی ٹیپ کا استعمال کر کے چیزیں ریکارڈ کی جاتی ہیں یا پھر متحرک تصویریں بھی اسی مقناطیسی ٹیپ کے ذریعہ سامنے لائی جاتی ہیں۔

دوران تعلیم اگر Video کا استعمال ہو تو اس سے تعلیم کی تحصیل میں اور بھی دلچسپی پیدا ہوگی۔ اور سبق خشک محسوس نہ ہوگا۔ اسے Play Way System کہا جاسکتا ہے۔ اب تو Video Gam بھی عام ہو چکا ہے جو VDU اسکرین پر کھیلا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ Video Phone بھی استعمال ہوسکتا ہے جس سے تصویریں سامنے آتی ہیں اور آواز بھی سنی جاتی ہے۔

ماڈل
MODEL

طلبا سے ماڈل بنوائے جائیں تا کہ ان کی دلچسپی برقرار رہے۔ سائنس کی تعلیم کے تعلق سے بھی ماڈل بنوائے جائیں اور ماڈل کے وسیلے سے سائنس کی تعلیم دی جائے۔

مثلاً اگر وہ HEART (دل) کے بارے میں پڑھا رہے ہوں تو اس کا بھی ایک ماڈل ہو۔ انہیں دکھایا جائے کہ دل میں کتنے ولو Volve ہیں۔ کتنی نسیں اور شریانیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اگر گاؤں کے بارے میں پڑھا رہے ہوں تو گاؤں کی زندگی کی بھی ماڈل کے وسیلے سے پیش کی

جاسکتی ہے۔کھیت، تالاب، درخت، کچے پکے مکانات سب دکھائے جاسکتے ہین اس قسم کی تعلیم سے طلبا/ طالبات میں اس مضمون کے پڑھنے اور سیکھنے میں دلچسپی ہوگی۔ان کا Interest بھی فزوں تر ہوگا۔

بلیک بورڈ
BLACK BOARD

بلیک بورڈ کا استعمال ہمیشہ عام رہا ہے۔سیاہ سطح پر سفید چاک سے لکھنا چاہئے۔مثلاً استاد اگر حساب پڑھا رہے ہوں تو حساب تختہ سیاہ پر حل کریں۔حروف خوب جلی ہوں تا کہ بچوں کو سمجھنے میں آسانیاں ہوں۔ کچھ بھی لکھنے سے پہلے ڈسٹر (Duster) سے تختہ سیاہ کو صاف کر لینا ضروری ہے۔

جو چیز لکھی جاتی ہے وہ جلد سمجھ میں آتی ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ استاد لکچر دیں۔بعض اوقات لکچر سے الجھن بھی پیدا ہوتی ہے۔ دوران درس طلبا/ طالبات کو زیادہ بولنے کا موقع دیا جائے اور استاد کم بولیں۔

پاکٹ بورڈ کا استعمال بھی ہونا چاہئے۔

Video - Recorder

ویڈیو ریکارڈر بھی ہے جب ٹیلی ویژن سیٹ میں اسے Set کر دیا جاتا ہے تو اس سے Recording ہوتی ہے۔

غرض ان تمام آلات کے استعمال سے درسیات کے دوران اس سائنسی عہد میں کافی مدد مل سکتی ہے چونکہ ہندستان ایک غریب ملک ہے اس لئے وہ ان چیزوں کا متحمل نہ ہوسکے گا۔ترقی یافتہ مما لک میں دوران تعلیم یہ سارے وسائل کام میں لا رہے ہیں۔

اب سی ڈی (C.D) بھی عام ہو چکا ہے۔اس میں تحریریں قید کی جاتی ہیں اور آپ جب چاہیں اسے پڑھ سکتے ہیں۔

تعلیم وتربیت وکرداراساتذہ

یہ محض درس وتدریس ہی ہے کہ جس کی وجہ سے اس عالم فانی میں ترقیاں دیکھی جاتی ہیں۔ اساتذہ قوم وملک کے معمار ہوتے ہیں۔ استاد محض ایک شخص کی تعلیم کا ذریعہ نہیں ہوتا بلکہ اس سے ایک معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ عمارت کی تعمیر کے لئے سب سے پہلے پختہ بنیاد کی ضرورت ہوتی ہے پھر ستون۔ بنیاد اگر مضبوط ہوئی تو عمارت بھی مضبوط ہوگی، ٹھیک اسی طرح تعلیم کے تین بنیادی ستون ہیں (۱) والدین (۲) طلبا/ طالبات (۳) اساتذہ۔

ظاہر ہے کہ والدین پر تعلیم وتربیت کی ذمہ داری، طلبا کا ذوق وشوق بھی تحصیل علم میں ضروری ہے مگر سب سے مقدم مقام استاد کا ہے۔ اگر یہ تینوں مل کر کام کریں ت تعلیمی میدان میں اچھے نتائج پیدا ہوتے ہیں اور عمدہ معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے۔ لیکن ان میں استاد کا کردار نہایت اہم ہے۔ اگر استاد کے کردار اچھے ہیں تو طلبا اسے اپنی ذات میں شروع سے ہی جذب کرنے کی سعی کرتے ہیں اور آنے والے دنوں میں ان کی (طالب علم) کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استاد کو قوم کا معمار کہا گیا ہے (Nation Builder)

درس وتدریس کے پروفیشن میں ''محبت'' کو افضلیت حاصل ہے اگر استاد محبت وشفقت سے پڑھاتے ہیں تو طلبا سیکھتے ہیں۔

استاد کے لئے کئی چیزیں ضروری ہیں:

(۱) لباس کی پاکیزدگی (۲) محبت وشفقت (۳) زبان کی درستگی (۴) لہجے کی نرمی (۵) لہجہ تحکمانہ نہ ہو بلکہ محبت آمیز ہو۔ (۶) استاد کے چہرے کی شگفتگی (۷) ڈانٹ ڈپٹ سے پرہیز۔

حضرت عبداللہ بن العاص نے بیان کیا کہ ایک روز رسولؐ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو انہیں دو قسم کے لوگ ملے۔ کچھ لوگ عبادت خدا میں مشغول تھے اور کچھ لوگ فقہ کی تعلیم میں منہمک۔ آپ نے کہا دونوں ہی کام اچھے ہیں، مگر ایک کا کام افضل ہے۔ وہ لوگ جو خدا سے کچھ طلب کر رہے ہیں ان کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ خدا اپنی مرضی سے جو چاہے دے۔ نہیں بھی دے سکتا ہے۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو علم حاصل کر رہے ہیں اور دوسروں کو دے رہے ہیں یعنی جہالت دور کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ میں خود معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس باب میں مروجہ تعلیم بھی شامل ہے۔ استاد کے نزدیک سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ معاشرہ کو کس طرح شکست وریخت سے بچایا جا سکتا ہے۔ ایک سوال اور بھی ہے کہ مروج اسلوب تعلیم

میں کس قسم کا انقلاب لایا جائے تاکہ بہت معاشرہ کی تعمیر ہو۔کیا صرف اسالیب کی تبدیلی سے مسئلہ حل ہوگا؟ کیا یہ سمجھنا صحیح نہ ہوگا کہ مروج تعلیم میں جو بنیادی نقص پیدا ہو گیا ہے اسے دور کئے بغیر کسی طرح کا انقلاب وتغیر نتیجہ خیز نہیں ہو سکتے۔اس سوچ کے بعد ہمسب اس نہج پر آتے ہیں کہ تربیت نہایت ضروری ہے۔تعلیمی کی عمارت بغیر تربیت کے کھڑی نہیں ہوسکتی اس تعلیم وتربیت میں ایک ربط باہمی ہے۔

آج جو تعلیم دی جارہی ہے اس میں تربیت کا دور دور تک پتہ نہیں ہے۔یقیناً ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ہو۔تربیت کی کمی آج سب سے زیادہ ہے۔چونکہ تربیت کا فقدان ہے اس لئے تعلیم انسانی کمال کی تحصل سے عاجز ہے۔تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بہت ضروری ہے اگر اس پر عمل ہو تو اچھا معاشرہ وجود میں آسکتا ہے اور آج جو ساری دنیا میں افراتفری ہے اس کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

نہ صرف ہمارے لئے بلکہ ساری دنیا کے لئے معلم انسانیت ہادئ برحق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت مبارکہ مشعلِ راہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔دراصل اس امر میں ایک مذہبی رہنمائی Religious Directive ہے اس سے اعلیٰ قسم کی تربیت ہوسکتی ہے جب ہر بچہ تربیت یافتہ ہوگا تو سماج یا معاشرہ بھی عمدہ ہوگا۔تربیت نونہال کی تعلیم قرآن عظیم بھی دیتا ہے۔اس میں ہی ایک مکمل نظام حیات بھی موجود ہے۔

انسان کی زندگی تین مرحلوں پر محیط ہے:—

پہلا مرحلہ تربیت کا ہے۔پیدائش سے لے کر سات سال سے قبل تک کا حصہ۔یہ حصہ والدین کی ذمہ داری کا ہے۔ دوسرا اور تیسرا مرحلہ سات سال سے عالم شباب تک کا عرصۂ حیات اس کی ذمہ داری کا استاد پر عائد ہوتی۔بچہ اس عرصہ میں تربیت، ذہنی استعداد، اخلاق و عادات، ذہنی، مذہبی، سماجی، معاشرہ کے حقوق و احترام کا درس۔اگر یہ سب ہوں تو اچھے معاشرہ کی تشکیل ہوسکتی ہے۔اس بات کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے۔

کاشت کار (کسان) کھیتوں کا معائنہ کرتا رہتا ہے اور غیر ضروری پودوں اور کانٹوں کو نکالتا رہتا ہے۔اس سے پودے کو بڑھنے میں مدد ملتی ہے۔اسی طرح بچوں کی رذالت والے اخلاقیات سے پاک کر کے فضائل اخلاق کے پودوں کی نگرانی کے کام گھر کے بڑوں اور مدارس کے اساتذہ کو مل کر انجام دینا چاہئے۔

اس لئے ضروری ہے کہ ابتدائی عمر سے ہی علم تواضع، طلب علم، حیا، وفا، قناعت کی تعلیم ضروری ہے۔آج ان باتوں کی کمی ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج کوئی حکیم، مفکر، سائنس داں، شاعر، ادیب، اعلیٰ اقدام کے متحمل نہیں ہوتے۔زمانۂ قدیم میں جہالت تھی مگر اس کے باوجود تعلیم کا معیار اعلیٰ تھا کیونکہ تربیت کو اول ترین مقام حاصل تھا۔افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ آج کے زمانے میں

بنتِ ہمالہ

پرویزؔ شاہدی

سید اکرام حسین ادبی دنیا میں پرویزؔ شاہدی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی پیدائش پٹنہ میں ہوئی لیکن زندگی کا بیشتر حصّہ کلکتہ میں گزرا اور یہیں انتقال کیا۔آپ کا شمار اردو کے اہم ترقی پسند شاعروں میں ہوتا ہے۔آپ نے یہ نظم اگرچہ ہندوستان کی غلامی کے زمانے میں لکھی تھی مگر آزاد ہوجانے کے باوجود ہمارا ملک آج بھی سرمایہ داری، فرقہ پرستی اور جہالت جیسی برائیوں میں الجھا ہوا ہے۔گنگا کو علامت بنا کر شاعر نے ہندوستان کو ترقی یافتہ اور خوش حال بنانے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔

آہ گنگا! یہ حسیں پیکرِ بلّوٗر ترا!
تیری ہر موجِ رواں جلوۂ مغرور ترا
جَورِ مغرب سے مگر دل ہے بہت چُور ترا
جھانکتا ہے ترے گرداب سے ناسُور ترا

ظلم ڈھائے ہیں سفینوں نے ستم گاروں کے
زخم اب تک ترے سینے پہ ہیں پتواروں کے

آہ اے کوہِ ہمالہ کے غرور سیّال
تیری موجوں میں جمال اور ترے طوفاں میں جلال
تیرے دامن پہ کبھی بیٹھی نہ تھی گردِ ملال
منہ ترا پونچھتا تھا چاند کا سیمیں رومال

زخم سینے پہ لئے آج ہیں دھارے تیرے
اُف کہاں ڈوب گئے چاند ستارے تیرے
آج سَاحل پہ نظر آتی ہے جلتی ہوئی آگ
آدمیت کا سلگتا ہے ہواؤں میں سہاگ
آج ہے سازِ سیاست کا بھیانک ساراگ
پھَن اٹھائے ہوئے بل کھاتے ہیں شعلوں کے ناگ
آج انسان کو ڈستی ہیں ہوائیں تیری
زہر سے کتنی ہیں لبریز فضائیں تیری
لیکن اے بنتِ ہمالہ! تری عظمت کی قسم
سیل کے سانچے میں ڈھالی ہوئی رفعت کی قسم
تیرے جلوؤں کی قسم، تیری لطافت کی قسم
تیری موجوں سے ابھرتی ہوئی ہمت کی قسم
اب تری آنکھوں کو نمناک نہ ہونے دیں گے
دامنِ ناز ترا چاک نہ ہونے دیں گے

سوالات

۱۔ 'بنتِ ہمالہ' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

۲۔ درج ذیل شعر کا مطلب بیان کرو:۔

ظلم ڈھائے ہیں سفینوں نے ستم گاروں کے
زخم اب تک ترے سینے پہ ہیں پتواروں کے

۳۔ دریائے گنگا کے فوائد پر ایک مضمون لکھو۔

۴۔ درج ذیل لفظوں کی جنس بتاؤ:۔

پیکر۔ جلوہ۔ گرداب۔ سیّال۔ راگ۔ فضا۔ لطافت۔

۵۔ اس نظم کے آخری شعر میں ایک لفظ نمناک استعمال ہوا ہے یہ مرکّب لفظ ہے یعنی نم + ناک۔ اس کے بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ اسم کے بعد لاحقہ جیسے ناک، بان یا مند وغیرہ لگاتے ہیں جیسے نمناک، دربان، عقل مند۔

درج ذیل اسماء میں لاحقہ لگا کر مرکّب لفظ بناؤ اور ان کو جملوں میں استعمال کرو:

خوف۔ نگہہ۔ دولت۔ طاقت۔ دِل۔

بدلی کا چاند

جوش ملیح آبادی

چاند کو سبھی دیکھتے ہیں مگر ہر موسم میں اس کا حسن اور لطف واثر یکساں نہیں ہوتا۔شبیّر حسن جوشؔ ملیح آبادی نے اس نظم میں برسات کے موسم کے چاند کی منظر کشی کی ہے۔لفظوں کے ذریعہ تصویر کشی کرنے میں جوشؔ کو بڑی مہارت ہے۔ جوشؔ کی زبان میں شیرینی اور بیان میں زور ہے،ساتھ ہی وہ منظرِ فطرت سے ایک نتیجہ بھی اخذ کرتے ہیں۔

خورشید وہ دیکھو ڈوب گیا، ظلمت کا نشاں لہرانے لگا
مہتاب وہ ہلکے بادل سے، چاندی کے ورق برسانے لگا
وہ سانولے پن پر میداں کے، ہلکی سے صباحت دوڑ چلی
تھوڑا سے اُبھر کر بادل سے، وہ چاند جبیں جھلکانے لگا

لو، ڈوب گیا پھر بادل میں، بادل میں وہ خط سے دوڑ گئے
لو پھر وہ گھٹائیں چاک ہوئیں، ظلمت کا قدم تھرّانے لگا
بادل میں چُھپا تو کھول دیئے، بادل میں دریچے ہیرے کے
گردوں پہ جو آیا تو گردوں ، دریا کی طرح لہرانے لگا

سمٹی جو گھٹا، تاریکی میں چاندی کے سفینے لیکے چلا

سمٹی جو گھٹا، تاریکی میں چاندی کے سفینے لیکے چلا
سنکی جو ہوا، تو بادل کے گرداب میں غوطے کھانے لگا

غُرفوں کے جو جھانکا گردوں کے، امواج کی نبضیں تیز ہوئیں
حلقوں میں جو دوڑا بادل کے ، کہسار کا سر چکرانے لگا

پردہ جو اٹھایا بادل کا، دریا پہ تبسّم دوڑ گیا
چلمن جو گرائی بدلی کی، میدان کا دل گھبرانے لگا

ابھرا تو تجلی دوڑ گئی، ڈوبا تو فلک بے نور ہوا
الجھا تو سیاہی پھیلادی، سلجھا تو ضیا برسانے لگا

کیا کاوش نور وظلمت ہے، کیا قید ہے، کیا آزادی ہے
انساں کی تڑپتی فطرت کا مفہوم سمجھ میں آنے لگا

سوالات

۱۔ برسات کے موسم میں چاند جب بادل میں چھپ جاتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟ مختصر طور پر لکھو۔

۲۔ چاند جب بدلی سے نکل آتا ہے تو کیسا لگتا ہے؟ مختصر طور پر بتاؤ۔

۳۔ درج ذیل شعر کا مفہوم بتاؤ:۔

پردہ جو اٹھایا بادل کا ، دریا پہ تبسّم دوڑ گیا
چلمن جو گرائی بدلی کی، میدان کا دل گھبرانے لگا

۴۔ اس نظم کا مرکزی خیال چند جملوں میں لکھو۔

۵۔ درج ذیل الفاظ کی جنس بتاؤ اور انہیں جملوں میں استعمال کرو:۔

جبیں۔ خط۔ دریچہ۔ نبض۔ حلقہ۔ چلمن۔ کاوش۔ مفہوم۔

٦۔ درج ذیل الفاظ کے مترادف لکھو:۔

خورشید۔ظلمت۔ مہتاب۔گردوں۔ سفینہ۔ گرداب۔ تبسّم۔ ضیا۔ فلک۔ قید۔

عقل مند عورت

سہیل عظیم آبادی

عقل مندی سے فائدہ اور بیوقوفی سے نقصانات ہوتے ہیں۔
عقل مند وہی ہے جو نقصانات سے بچے کوئی ایسا کام نہ کرے یا کوئی
ایسی بات نہ کہے جس سے اس کو یا دوسروں کو نقصان یا تکلیف پہنچے۔

کسی زمانے میں بغداد میں احمد نام کا ایک سوداگر رہتا تھا۔ دیس بدیس میں اس کا کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ وہ بڑا ہی شریف اور رحم دل تھا۔ اس کی سخاوت اور رحم دلی کے چرچے دور دور تک مشہور تھے۔ اس نے بہت سے شہروں میں مسجدیں، اسکول، مسافر خانے اور تالاب بنوائے تھے۔ بہت سے غریب آدمی ہر روز اس کے پاس مدد کے لئے آتے تھے اور کوئی بھی خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ جو بھی احمد سوداگر کو جانتا تھا اس کی خوبیوں کی وجہ سے اس کی عزت کرتا تھا۔

ایسے آدمی کی ہر طرح سے خوش رہنا چاہئے تھا لیکن احمد سوداگر اُداس اور غمگین رہا کرتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اوّل تو بہت دنوں تک اس کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پھر ایک لڑکا ہوا بھی تو بالکل بے وقوف نکلا کسی کام کے لائق نہ تھا۔ احمد سوداگر کبھی کبھی اپنے دوستوں سے پوچھتا کہ کیا کیا جائے، جس سے اس لڑکے کی زندگی آرام سے کٹ جائے۔ اس کو ڈر تھا کہ لوگ اس کی بیوقوفی سے فائدہ اٹھائیں گے اور اسے لوٹیں گے۔

دوستوں نے رائے دی کہ تھوڑا تھوڑا اسے کام اس کے حوالہ کیا جائے۔ احمد سوداگر نے یہی کیا۔ لیکن اس کے بیٹے سلیم نے اپنی بیوقوفی سے سب برباد کر دیا۔ نوکر چاکر اور اس کے دوست لوٹ کر سب کھا گئے۔ کئی بار اس

سے تجارت کرائی گئی لیکن ہر بار نقصان ہی ہوا۔ وہ کسی کام کو سنبھال نہ سکا۔ اس سے احمد سوداگر اور بھی غمگین رہنے لگا۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ بہت جلد وہ سب کچھ برباد کر دے گا۔

احمد سوداگر نے سوچا کہ اب کچھ بھی ہو لڑکا جوان ہو گیا ہے۔ اس کی شادی کر دینی چاہئے۔ شاید شادی کے بعد وہ سدھر جائے۔ اس لیے اس نے اپنے ایک دوست کی لڑکی زینت سے سلیم کی شادی کر دی۔

زینت جتنی خوبصورت تھی اتنی ہی عقل مند بھی تھی۔ آتے ہی اس نے سمجھ لیا کہ اس کا شوہر نہایت بیوقوف ہے اور گھر ہی نہیں بلکہ باہر کا کام بھی اسے خود سنبھالنا ہوگا۔ اس نے اس کی تیاری بھی شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ اس نے سبھی نوکروں کو نکال دیا جو سلیم کو ٹھگتے تھے۔ پھر اس کے دوستوں کو بھی نکالا۔ لیکن اس میں بھی کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ سلیم نے جو کام شروع کیا اس میں گھاٹا ہوا۔ اسی درمیان احمد سوداگر بھی مر گیا۔ پھر کیا تھا شہر کے سارے ٹھگ اور بدمعاش احمد سے دوستی کی غرض سے دوڑنے لگے اور اسے نئے نئے کاروبار کرنے کی صلاح دنے لگے۔ سلیم بھی سب کی رائے کے مطابق کاروبار کرنے کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس کی بیوی نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ کسی قسم کا کاروبار کرنے کے لئے ایک پیسہ بھی نہیں دے گی۔ سلیم چُپ ہو رہا۔ چالاک اور ٹھگ جو اس وقت اس کے دوست بن گئے تھے کہنے لگے کہ یہ تو بڑے شرم کی بات ہے کہ تم کوئی کام نہ کرو اور تمہاری بیوی سارا کام کرے۔ ساری دنیا میں یہ بات مشہور ہو جائے گی اور تم منہ دکھانے کے لائق بھی نہ رہو گے۔

یہ بات سلیم کی سمجھ میں آئی اور اس نے اپنی بیوی سے جا کر کہا اور بہت سا روپیہ کاروبار کرنے کے لئے مانگا۔ لیکن ہوشیار زینت فوراً سمجھ گئی کہ اسے کسی نے بہکایا ہے اور اس نے صاف انکار کر دیا۔ سلیم اس کے انکار کرنے پر بہت غصّہ ہوا اور کہا کہ ''میں بیکار نہیں بیٹھ سکتا۔ مجھے کام کرنا چاہئے۔ اگر میری بات نہیں مانتی ہو تو تمہیں کہو میں کیا کروں۔'' زینت نے ہنستے ہوئے کہا ''تم کام کرنا ہی چاہتے ہو تو ایک گدھا خرید لاؤ۔ اسے پالو پھر بیچ ڈالو کچھ فائدہ ہی ہوگا۔'' زینت نے یہ مذاق میں کہی تھی لیکن تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ سلیم ایک موٹا

تازہ گدھا لئے آ رہا ہے۔ سلیم نے اپنی بیوی کو دیکھتے ہی کہا، ''لو دیکھو کتنا اچھا گدھا لے آیا ہوں۔'' زینت کو اپنے شوہر کی بیوقوفی سے بہت تکلیف ہوئی۔ اور اس نے کہا کہ میں نے تو یہ بات مذاق میں کہی تھی۔ جاؤ اسے فوراً بیچ آؤ۔'' سلیم پھر گدھے کو لے کر بازار نکلا۔ دو ٹھگوں نے اسے دیکھا اور آپس میں رائے کرنے لگے کہ کسی طرح اس گدھے کو ہتھیا یا جائے۔ آخر میں جو زیادہ چالاک تھا وہ سلیم کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ پیچھے والے ٹھگ نے جھٹ گدھے کی گردن سے رسی کھولی اور اپنی گردن میں ڈال لی اور گدھے کو دوسری رسی میں باندھ دیا۔ جو ٹھک آگے تھا وہ پیچھے آ گیا اور سلیم آگے چل پڑا۔ سلیم کو پتہ بھی نہ چلا کہ اس کا گدھا ٹھگ لے گیا۔ وہ اپنے ہاتھ کی ڈوری پکڑے چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد گدھا اڑ گیا۔ ٹھگ نے گڑگڑا کر کہا۔'' مالک ناراض نہ ہوں۔ میری کہانی بڑی دردناک ہے۔ میں برے آدمیوں کے ساتھ رہتا تھا۔ بُرے بُرے کام کرتا تھا۔ ایک دن نشے کی حالت میں مَیں نے اپنی ماں کو پیٹا۔ اس نے بدعادی جا گدھا ہو جا۔ بس کیا تھا میں گدھا ہو گیا لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ میری ماں نے میری خطا معاف کردی ہے اور پھر میں آدمی بن گیا ہوں۔ جب تک زندہ رہوں گا آپ کو یاد کروں گا۔''

سلیم نے اس کی گردن سے رسی کھول دی اور وہ ٹھگ چلا گیا۔ سلیم نے گھر آ کر سارا قصّہ زینت کو سُنایا۔ زینت سب کچھ سمجھ گئی۔ لیکن کچھ نہ بولی۔ پھر بولی، ''اچھا جاؤ ایک گدھا اور خرید لاؤ۔'' سلیم پہلے تو تیار نہ ہوا۔ پھر تھوڑی دیر بعد نکلا تو وہی گدھا خرید لایا۔ زینت نے گدھے کو کھلایا پلایا۔ پھر تھوڑی دیر بعد سلیم سے بولی، '' اسے بازار لے جاؤ اور اچھے داموں میں فروخت کرنا۔ لیکن اگر یہ بھی آدمی بن جائے تو اسے چھوڑنا نہیں بلکہ گھر لے آنا۔ میں اس کی کچھ مدد کروں گی۔'' سلیم گدھے کو لے کر نکلا۔ اس بار پھر ان دونوں ٹھگوں نے دیکھا لیکن اس بار وہ نہیں گئے۔ بلکہ ایک ساتھی کو بھیجا اور پہلے ہی کی طرح ایک ٹھگ سامنے آ کر اس سے باتیں کرنے لگا۔ دوسرے نے گدھے کی گردن سے رسی کھول کر اپنی گردن میں ڈال لی۔ اور گدھا دوسرے ساتھی کے حوالے کر دیا۔ پھر ٹھگ اپنی راہ چلا اور سلیم اپنی راہ۔ پہلے ہی کی طرح گدھا تھوڑی دور جا کر رُک گیا۔ سلیم نے دیکھا تو

پھر وہی تماشہ۔ گدھا غائب اور رسی میں ایک آدمی بندھا ہوا ہے۔ وہ بہت گھبرایا اور ٹھگ نے پھر وہی کہانی دہرائی کہ وہ اپنے باپ کی بد دعا کی وجہ سے گدھا بن گیا تھا۔ سلیم نے بہت افسوس ظاہر کیا اور کہا ''کوئی بات نہیں ہے تم میرے گھر چلو۔ وہاں تمھیں ہم بہت سارو پیہ پیسہ دیں گے اور تم آرام سے اپنی زندگی بسر کرنا۔''

ٹھگ بھی لالچ میں آ گیا اور خوشی خوشی اس کے ہمراہ ہو گیا۔ جب سلیم گھر آیا اور اپنی بیوی سے سارا حال کہہ سنایا تو اس کی بیوی نے اپنے نوکروں سے کہا کہ اس آدمی کو ایک کھونٹے سے باندھ دیا جائے۔ اسے کھونٹے سے باندھ دیا گیا تو وہ رونے چلاّنے لگا۔ زینت نے اپنے نوکروں سے کہا کہ جاؤ اس گدھے سے کہو تمہارے ماں باپ کی وجہ سے میرے دو گدھوں کی قیمت باقی رہ گئی ہے۔ دونوں گدھوں کے دام واپس کر دو ورنہ ہم ان دونوں گدھوں کا کام تم سے لیں گے اور کبھی نہ چھوڑیں گے۔

یہ سُن کر ٹھگ بہت گھبرایا اور رونے چلاّنے لگا لیکن زینت نے ایک نہ سُنی۔ آخر دوسرے ساتھی آ گئے اور انھوں نے جتنا روپیہ ٹھگا تھا واپس کر دیا اور ٹھگ کو چھڑا لے گئے۔

بہت جلد ہی یہ بات بغداد میں مشہور ہو گئی۔ پھر تو کوئی بھی سلیم کو ٹھگنے کی بات نہیں سوچتا۔

سوالات

۱۔ احمد سوداگر کیوں غمگین رہا کرتا تھا؟

۲۔ زینت کون تھی؟ اس نے سلیم کو سنبھالنے کے لئے کیا کیا؟

۳۔ '' گدھا خرید لاؤ''۔۔ یہ کس نہ کس سے کہا تھا اور اس کا انجام کیا ہوا؟

۴۔ ٹھگوں نے کس طرح سلیم سے گدھا لے لیا؟

۵۔ زینت نے ٹھگ سے روپیہ کس طرح وصول کیا؟

مشق

اردو **جمع** بنانے کے کئی قاعدے ہیں:

(i) آخری حرف الف یا ہ ہوتو اسے یائے مجہول سے بدل دیتے ہیں۔

جیسے گھوڑا سے گھوڑے

بندہ سے بندے

(ii) واؤ مجہول اور نون غنہّ بڑھا دیتے ہیں جیسے عورت سے عورتوں، بچہّ سے بچّوں

(iii) یائے مجہول اور نون غنہّ بڑھا دیتے ہیں جیسے تصویر سے تصویریں

(iv) یائے مجہول اور نون غنہّ کے علاوہ ایک ہمزہ بڑھا دیتے ہیں، جیسے دعا سے دعائیں

خوشبو سے خوشبوئیں وغیرہ۔

۱۔ درج ذیل لفظوں کی اردو جمع بناؤ اور جملوں میں استعمال کرو:۔

مسجد۔ مسافر خانہ۔ تالاب۔ سوداگر۔

۲۔ بتاؤ ان لفظوں میں کون **اسم خاص** ہیں اور کو **اسم عام**؟

عورت۔	احمد۔	دوست۔
زینت۔	ٹھگ۔	بغداد۔
گدھا۔	دعا۔	سلیم۔

۳۔ اس کہانی سے تمہیں کیا سبق ملتا ہے؟

ادب کسے کہتے ہیں

اطہر پرویز

زندگی اور ادب کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جس طرح ادب زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ اسی طرح زندگی کو متاثر کرتی ہے۔ مصنف نے اس مضمون میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ادب کسے کہتے ہیں اور ادب میں کن کن چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

تم کتابیں پڑھتے ہو۔ کچھ کتابیں قصّے کہانیوں اور گیتوں کی ہوتی ہیں اور کچھ دوسری کتابیں ایسی ہوتی ہیں جس میں بہت سی معلومات ہوتی ہیں۔ معلومات کی کتابوں سے ہمارا علم بڑھتا ہے جو باتیں ہم نہیں جانتے، ان کتابوں سے سیکھ لیتے ہیں، یہ کتابیں سائنس کی ہوتی ہیں، جغرافیہ اور تاریخ کی ہوتی ہیں۔ ہم ان سے بڑا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کی بدولت ہمیں دنیا کی بارے میں کتنی ہی باتیں معلوم ہوتی ہیں لیکن پھر بھی ایسا ہوتا ہے کہ کبھی کبھی ان میں ہمارا جی نہیں لگتا اور ہم چاہتے ہیں کہ قصّہ کہانی کی کتابیں پڑھیں۔۔کوئی مزیدار نظم پڑھیں۔ جب ہم ایسی کتابیں پڑھتے ہیں تو ہمیں بڑا مزا آتا ہے۔

ایسی کتابوں کو جن کو پڑھنے میں مزا آتا ہے ہمیں نیکی اور بدی کو سمجھنے میں مدد ملتی ہیں، ہمیں خوبصورتی اور بدصورتی کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ ان کتابوں کو پڑھ کر ہم کو ایسا لگتا ہے کہ ہم ایسی دنیا میں پہنچ گئے ہیں جو ہماری دنیا سے کچھ الگ ہے پھر بھی اپنی دنیا ہے۔ اس میں ہماری دنیا کی سچائی بھی ہوتی ہے اور پھر ان کے ساتھ کتنے ان دیکھے سپنے ہوتے ہیں۔

آپ نے ایسی کہانیاں ضرور پڑھی ہوں گی، جن میں کوہ قاف کا ذکر ہوگا، جِنوں پریوں کا حال ہوگا۔ ان میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ قالین اڑ رہے ہیں، پَل بھر میں کہیں سے کہیں پہنچ رہے ہیں۔ آنکھوں میں ایسا سرمہ لگایا کہ زمین کے سارے چُھپے ہوئے خزانے دکھائی دینے لگے۔ پاؤں میں ایسے مسالے لگائے گئے، جن سے آدمی دریاؤں پر ٹہلتا ہوا دوسرے پار پہنچ سکے۔ جس زمانے میں ایسی کہانیاں لکھی جاتی تھیں، یہ وہ زمانہ تھا جب نہ تو آج کے ہوائی جہاز تھے اور نہ لوگوں کو زمین کے اندر کانوں کا کوئی علم تھا اور نہ ابھی انسانوں نے دریاؤں پر پُل بنائے تھے۔ لیکن وہ اپنے خیالات کی دنیا میں ہَوا میں اڑنے کے خواب دیکھا کرتا، زمین کے چُھپے ہوئے سونے چاندی کے خزانوں کو دیکھ کر خوش ہوتا۔ دریاؤں کو پار کرنے کے تصوّر میں مگن رہتا۔ اگر انسان ایسے اَن دیکھے سپنے نہ دیکھتا تو وہ نہ کوئی ہوائی جہاز اڑا سکتا، نہ دریاؤں پر پُل بنا سکتا۔ اگر وہ ایسی قصّے کہانیاں نہ سنتا تو اس کے دماغ کو اتنی اچھی طرح سوچنے کی عادت بھی نہ پڑتی۔ آخر وہ سوچتے سوچتے، خواب دیکھتے دیکھتے ایک ایسی دنیا بنانے میں کامیاب ہوگیا کہ جو اُس کے خوابوں کی دنیا سے ملتی جلتی ہو۔

ادب کو اور زیادہ سمجھنے کے لئے ہم پہلے یہ جان لیں کہ زبان کسے کہتے ہیں۔ زبان جو ہم بولتے ہیں، جس کے ذریعہ ہم سے اپنے خیالات کو ظاہر کرتے ہیں۔ آپ سوچئے کہ اگر آپ گونگے ہوتے تو کیا ہوتا۔ یہی ہوتا نا کہ آپ کی بات آپ کے دل ہی دل میں رہتی اور آپ کسی سے اپنے دل کی بات کبھی نہ کہہ سکتے۔ لیکن خدا نے انسان کو ایک ایسی طاقت بھی دی ہے کہ اپنے خیالات دوسروں تک پہنچا سکے۔ چنانچہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ انسان نے اِسی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اپنے خیال کے لئے لفظوں کا لباس ایجاد کیا۔ اس نے ہر چیز اور ہر خیال کے لیے ایک خاص قسم کی آواز کو آپس میں طے کر لیا کہ کسی با کے لیے کیسی آواز نکالی جائے۔ یہی آواز تجربے اور مفہوم کے تعین کے بعد لفظ میں بدل گئی۔ اس مخصوص آواز کو ہم ''لفظ'' کہنے لگے۔

اب تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہ گیا۔ اب تو وہ اپنے دل کی ہر بات دوسروں تک پہنچانے میں کامیاب ہوگیا۔ جو بات سوچتا ہے، اُسے کہہ دیتا ہے اور دوسرا اس کی بات سمجھ لیتا۔ وہ لوگ جو ابھی تک اشاروں

کامیاب ہوگیا۔ جو بات سوچتا ہے، اُسے کہہ دیتا ہے اور دوسرا اس کی بات سمجھ لیتا۔ وہ لوگ جو ابھی تک اشاروں سے کام چلا رہے تھے۔ اب ان لوگوں کی پریشانی دور ہوگئی۔ انہوں نے ہونٹ ہلائے اور اپنی بات دوسرے کو سمجھا دی۔ لیجئے زبان ایجاد ہوگئی اور اس طرح وہ روزمرّہ کا کام چلانے لگے۔

ہر زبان کے پاس الفاظ کا ایک خزانہ ہوتا ہے اس کی مدد سے ایک آدمی مدرسے سے لے کر دفتر اور گھر سے بازار تک سینکڑوں کام کر سکتا ہے۔ لیکن یاد رکھیئے کہ ہر بات چیت یاد رکھنے کی نہیں ہوتی۔ اخبار میں جو کچھ چھپتا ہے اسے آپ آج پڑھتے ہیں اور پھر اگلے دن ضائع کر دیتے ہیں کیوں کہ اس کی قدر و قیمت ذرا سی دیر کی ہوتی ہے۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ ہر چھپی ہوئی چیز ادب نہیں ہوتی۔ ادب میں تو ایسی چیزیں ہوتی ہیں، جنہیں انسان سینے سے لگائے رہتا ہے۔ پرانے زمانے میں اچھی اور کارآمد باتیں چٹانوں یا پتھروں پر لکھی جاتی تھیں لیکن کاغذ کی ایجاد نے لوگوں کو اس تکلیف سے بچا لیا اور پھر تو ادب کو زبردست بڑھاوا ملا۔

ادب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کے بہترین خیالات کو بہترین لفظوں میں، بہترین ترتیب کے ساتھ محفوظ کر لیتا ہے۔ اس میں سچ پوچھئے تو اپنے زمانے کے نہ صرف بہترین خیالات، الفاظ اور ترتیب ہوتی ہے بلکہ اس میں اپنے زمانے کی سچی روح ہوتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ اگر دنیا تباہ و برباد ہو جائے، تمام تاریخ کی کتابیں ختم ہو جائیں، صرف ادبی کتابیں باقی رہ جائیں تو ہم صرف انہیں ادبی کتابوں کی مدد سے انسانی تہذیب کی تاریخ تیار کر سکتے ہیں۔

یہ انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانا چاہتا ہے۔ آپ تاج محل دیکھ کر آتے ہیں یا سمندر کے کنارے سیر کر کے آتے ہیں تو آپ کا جی چاہتا ہے کہ آپ نے اس وقت جو کچھ محسوس کیا وہ اپنے دوستوں سے بیان کریں۔ اس کو آپ سیدھے سادے طریقے سے بیان نہیں کرتے بلکہ اِسے چُنے ہوئے الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ آپ نے جو کیفیت محسوس کی ہے وہ دوسروں تک پہنچ جائے۔

ہم آپ ایک سماج میں رہتے ہیں۔ ہمارا تعلق ایک ملک اور قوم سے ہے ہمارے اوپر اس کے علاوہ بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ ان ہی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے ادیب اور شاعر حب الوطنی، قومی ترقی، امن و جنگ کے بارے میں لکھتے ہیں اور اس کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ سننے ولا ہماری دلی کیفیت کو محسوس کر سکے۔ ہم اس کیفیت کو ذرا بڑھا چڑھا کر بھی کہتے ہیں تاکہ دلی جذبات کا اندازہ ہو سکے۔

ہم وطن کے رہنے والوں سے بھی محبت کرتے ہیں اور ساری دنیا کے لوگوں سے بھی۔ آپ جب کسی آدمی کو تکلیف میں دیکھتے ہیں تو آپ کو ایسا لگتا ہے کہ جیسے آپ کو خود تکلیف ہو رہی ہے۔ یہی آدمی کی سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ وہ دوسرے کی تکلیف کو محسوس کر سکتا ہے۔ چنانچہ وہ اس طرح اپنے ادب میں ان تمام چیزوں کو پیش کرتا ہے۔

ادب میں نیکی، اچھائی اور انسانی خوبیوں کا بیان ہوتا ہے۔ لیکن نیکی کا یہ بیان سیدھے سادے طریقے سے نہیں ہوتا، کیونکہ نصیحتیں سننا کوئی پسند نہیں کرتا۔ آپ خود دیکھتے ہوں گے کہ جب آپ ہی سے کوئی نصیحت کی بات کی جاتی ہے تو بات صحیح معلوم ہوتی ہے لیکن اس کے سننے میں آپ کو مزا نہیں آتا۔ اس لیے عقل مند لوگ اس نصیحت کی بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس کے سننے میں مزا بھی آتا ہے اور آپ اسے اچھی طرح سمجھ بھی لیتے ہیں۔ مثلاً اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ کبھی کسی کو نقصان نہ پہنچانا چاہئے تو اس کوئی سے خاص اثر نہیں ہوگا۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ جو آدمی دوسروں کے لئے گڈھا کھودتا ہے وہ خود بھی اِسی گڈھے میں گرتا ہے تو اس کا زیادہ اثر ہوگا۔ کیونکہ پہلے بیان سے آپ کو ذہن میں کوئی تصویر نہیں بنی، لیکن دوسرے بیان سے آپ کے سامنے ایک ایسے آدمی کی تصویر گھوم گئی جو دوسروں کو گرانے کے لئے گڈھا کھود رہا ہے اور آپ کے سامنے گڈھے میں گرنے کا منظر آ گیا۔ یہ کہنے کا طریقہ زیادہ اثر کرتا ہے۔

ادب کا لباس خیالی بھی ہوتا ہے جب ہم کسی قصّے کو سنتے یا پڑھتے ہیں تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک قصّہ ہے، ایسا واقعہ کسی کے ساتھ پیش نہیں آیا۔ لیکن اس کو پڑھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس میں بڑی

سچائی ہے، ایسا واقعہ پیش آ سکتا ہے۔

فن کار لکیر کا فقیر نہیں ہوتا، وہ اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کیلئے ہر ممکن طریقہ استعمال کرتا ہے۔ مثلاً وہ اُس کیفیت کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے اس سے تصویر کے نقش زیادہ صاف طریقے سے نظر آ جاتے ہیں۔ اس عمل کو ادب کی زبان میں ''مبالغہ'' کہتے ہیں۔

ادب میں ہم اچھائیوں اور برائیوں کو اتنا بڑا کر دیتے ہیں کہ وہ صاف طور پر نظر آتی ہیں۔ یوں بھی آپ جانتے ہیں کہ جب ہم کسی کو بُرا کہتے ہیں تو اُسے شیطان کہہ کر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح کوئی نیک ہوتا ہے تو اسے فرشتہ کہتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ہمارے شیطان کہنے سے وہ نہ تو شیطان ہو گیا اور نہ فرشتہ کہنے سے فرشتہ ہو گیا۔

جس طرح ہم جب کپڑا پہنتے ہیں تو کپڑے سے بھی لطف لیتے ہیں اور اس کی سلائی سے بھی۔ اگر کپڑا قیمتی اور خوبصورت ہے لیکن اچھا سلا نہیں تو اس کی ساری خوبصورتی ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح ادب میں بھی ہوتا ہے۔ آپ کتنی ہی بڑی بات لکھیں لیکن اگر آپ نے اس کو اچھی طرح سے نہیں لکھا ہے یا آپ لکھنے کے طریقے سے واقف نہیں تو سارا لطف ختم ہو جائے گا۔ پڑھنے والا اس سے مزا نہ لے سکے گا۔

اس لئے ادب میں دونوں کی اہمیت برابر ہے۔ بات بھی اچھی ہو اور اچھے طریقے سے کہی گئی ہو۔

صحیح قسم کا ادب زندگی کی بڑی سچائی کو اپنی گرفت میں لیتا ہے۔ وہ انسانی ضمیر کی سچی آواز ہوتا ہے اور زندگی کو صحیح راستہ دکھاتا ہے۔ اس کے بغیر زندگی ادھوری رہے گی۔

سوالات

۱۔ ادب کسے کہتے ہیں؟

۲۔ ادب میں کن کن چیزوں کا ہونا ضروری ہے؟

۳۔ زبان کی ایجاد سے پہلے انسان کس طرح اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتا تھا؟

۴۔ کاغذ کی ایجاد سے ادب کو کیا فائدہ پہنچا؟

۵۔ ادب میں کسی خیال کو کیوں بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں؟ اس عمل کو کیا کہتے ہیں؟

۶۔ اچھے ادب کی پہچان کیا ہے؟

۷۔ خالی جگہوں کو بھرو:۔

اگر۔۔۔۔۔تباہ و برباد ہو جائے، تمام۔۔۔۔۔۔کی کتابیں ختم ہو جائیں، صرف۔۔۔۔۔۔ باقی رہ جائیں تو ہم صرف انہیں۔۔۔۔۔کی مدد سے انسانی۔۔۔۔۔کی۔۔۔۔۔تیار کر سکتے ہیں۔

۸۔ درج ذیل فقروں کا مطلب بتاؤ:۔

(الف) ہر چھپی ہوئی چیز ادب نہیں ہوتی۔

(ب) ادب میں اپنے زمانے کی سچی روح ہوتی ہے۔

۹۔ درج ذیل محاوروں کے معنی لکھو اور ان کو جملوں میں استعمال کرو:۔

چولی دامن کا ساتھ ہونا۔ سینے سے لگائے رکھنا۔ لکیر کا فقیر ہونا۔

ذرا ایک منٹ

ابراھیم جلیس

تم نے شوکت تھانوی کا مزاحیہ مضمون ''معاف کیجئے گا'' ضرور پڑھا ہوگا اُس مضمون میں مصنف نے یہ بتایا ہے کہ کس طرح لوگ 'معاف کیجئے گا' کا غلط استعمال کر کے بڑے سے بڑے قصور سے بچ جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس مضمون 'ذرا ایک منٹ' میں ابراہیم جلیس نے وقت کی قدر واہمیت بتائی ہے۔ آپ اردو کے مشہور طنز نگار ہیں اور انسانی طور طریق کی کسی بھی خرابی کو بہت ہی دلچسپ انداز سے بیان کرتے ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ آپ کو ہرگز یقین نہیں آئے گا کہ میں نیویارک بھی ہو آیا ہوں۔ چلئے یقین نہ کیجئے، مگر بات تو سن لیجئے، بڑے کام کی بات ہے۔ آپ کے بھی کبھی نہ کبھی کام آئے گی بشرطیکہ آپ خود کام نہ آ گئے ہوں۔

ایک دن نیویارک میں میری ہوسٹس لیڈی (میزبان) ہملیٹن نے مجھے بتایا کہ مجھے ایک فلم پروڈیوسر نے جو ہندوستان سے متعلق ایک فلم بنا رہا تھا، ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے لنچ پر دعوت دی ہے۔ میں وقت مقررہ پر پروڈیوسر کے فلیٹ پر پہنچ گیا۔ ابھی ہمارا آپس کا تعارف بھی ختم نہ ہوا تھا کہ اندر سے اس کی لیڈی (بیوی) آئی اور کہا 'لنچ تیار ہے۔'

ہم تینوں سیدھے لنچ ٹیبل پر جا بیٹھے۔ لنچ کے دوران میں اس نے مجھ سے از راہ مزاح کہا:

'میرے پیارے دوست! یاد رکھو ان ڈشس کے علاوہ ایک اور بھی ڈش تمہیں کھانی پڑے گی۔۔۔ کیا سمجھے؟'

میں سمجھا شاید وہ مجھ سے سور کے گوشت کی ڈش کے بارے میں کہہ رہا ہے، تاہم میں پوچھ ہی لیا ’کون سی ڈش؟‘

اس نے جواب دیا، سوالات کی ڈش؟‘

یہ کوئی خاص مزاح تو تھا نہیں کہ میں مسکراؤں۔ لیکن جواباً مسکرانا داخلِ تہذیب ہے۔ اور میرا میزبان اور میزبانی دونوں مسکرائے۔ اس لئے میں نے بھی مسکرایا۔ مسکرایا کیا، یوں سمجھئے کہ ان کی نقل اتاری یا منہ چڑھایا۔

لنچ شروع ہوا۔ باتیں شروع ہوئیں اور اس نے ہندوستان کی سیاسی، تاریخی، جغرافیائی معاشی اور تہذیبی زندگی کے بارے میں بیسیوں سوالات کر ڈالے۔ جن کے جواب کی ادائیگی میری لقمہ سازی پر کافی اثر انداز ہوتی رہی اور شاید بیس منٹ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ لنچ ختم ہو گیا۔ ہم اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ کڑوی کسیلی کافی کے دو دو گھونٹ پیے۔ اس کے بعد بجائے اس کے میں اپنے میزبان سے رخصت کی اجازت چاہتا۔ میزبان نے مجھ سے رخصت چاہی، ہاتھ ملایا اور باہر چلا گیا۔۔۔ میں ہکا بکا ڈرائنگ روم میں کھڑا تھا کہ میزبان لیڈی مسکراتی ہوئی میری طرف آئی اور اس نے کہا ’لیجئے۔‘

میں نے دیکھا اس کے ہاتھ میں دو چک تھے۔ میں پوچھا ’یہ چک کس لئے؟‘

اس نے جواب دیا، ’یہ پچاس ڈالر کا چک تو اس لئے کہ آپ نے ہمیں ہندوستان کے بارے میں ضروری معلومات بہم پہنچائیں اور یہ دوسرا پچیس ڈالر کا چک اس لئے کہ آپ نے ہمارے ساتھ لنچ پر اپنے قیمتی وقت کے پچیس منٹ ضائع کئے۔‘

میں یہ جواب سن کر حیران رہ گیا۔ لیکن اپنی ہندوستانی روایات اور تہذیب کے اصولوں کے مدِ نظر دونوں چک لینے سے انکار کر دیا۔ میرا انکار اس یسوع مسیح کی بندی کو بہت برا معلوم ہوا اور اس نے منہ بنا کر کہا، ’مسٹر جلیس آپ میرا وقت ضائع کر رہے ہیں!

یہ کہہ کر وہ گھڑی دیکھنے لگی اور مجبوراً میں دونوں چک لے کر باہر نکلا اور سوچنے لگا۔ واہ رے یار، عجیب ملک ہے یہ۔۔۔ ایک منٹ کی قیمت ایک ڈالر۔۔۔! اور ایک اپنا جنت نشاں ہندوستان بھی ہے جہاں پوری پوری لمبی زندگیوں کی کوئی قیمت نہیں۔ میرا دل خوشی اور افسوس کے ملے جلے جذبات کے ساتھ دھڑک رہا تھا۔ خوشی اس بات کی تھی کہ چلو مفت میں ''پچھتر ڈالر مل گیا اور افسوس اس بات کا کہ وطن عزیز میں وقت کی کتنی بے قدری ہے۔

مجھ پر اس لنچ کے واقعہ نے ایسا اثر کیا کہ سیدھے اپنے فلیٹ واپس پہنچ کر ایک ٹائم ٹیبل تیار کیا:۔

صبح بستر سے اٹھنا	ٹھیک ساڑھے ۶ بجے
باتھ روم	۷ بجے تک
ناشتہ	۷ ۱/۴ بجے تک
سگریٹ نوشی اور اخبار بینی	۸ ۱/۲ بجے تک
کالج	۹ بجے سے ۱۲ بجے تک
لنچ	ایک بجے سے ۱ بجکر ۲۰ منٹ تک
سگریٹ اور قیلولہ	۱ ۱/۲ بجے تک
ایک امریکن لڑکی کو اردو ٹیوشن	۱ ۳/۴ بجے سے ۳ بجے تک
پبلک لائبریری میں	۳ بجے سے ۴ بجے تک
شام کی چائے	۴ بجے سے سوا چار بجے تک
شام کی تفریح	۴ ۱/۴ بجے سے ۹ بجے تک
تھیٹر، سنیما یا بال روم	۹ بجے سے ۱۱ بجے تک
بستر	۱۱ بجے سے ساڑھے چھ بجے تک

پہلے تو اس ٹائم ٹیبل پر عمل کرنے میں بڑی دقتیں محسوس ہوئیں مگر رفتہ رفتہ میں اس کا عادی ہو گیا۔ آپ نے بچوں کے کسی نرسری روم میں ایک مشین نما آدمی ضرور دیکھا ہوگا جو بٹن دباتے ہی کھٹ سے کام کرنے لگتا ہے۔ اگر نہیں دیکھا تو شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تو صرف یہ بتا رہا تھا کہ میں بھی گویا مشین بن گیا تھا۔ ذرا اندازہ کیجئے۔ نیویارک کی سردی میں صبح سویرے اٹھنا کیسے دل گردے کا کام ہے، بالخصوص خطِ استوا کے گرم ملک کے باشندوں کے لئے، یوں سمجھ لیجئے کہ جوئے شیر لانے سے کسی طرح کم نہیں۔ مگر عزم بالجزم جوئے شیر لے آیا اور لاتا رہا۔

آدمی سے مشین بنے ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مجھے مجبوراً ہندوستان آنا پڑا۔ جہاز پر سوار ہوتے وقت سچ مچ آنکھوں سے آنسو نکل آئے کہ ہائے ہائے کس ملک کو چھوڑ رہا ہوں اور کس ملک میں جارہا ہوں۔ ہائے قسمت کس ملک میں پیدا ہوا تھا۔

امریکہ میں رہتے رہتے وطن عزیز سے نفرت ہوگئی تھی۔ یہ میں جانتا ہوں کہ امریکہ ہر غیر ملکی کے دل میں اپنے پیارے وطن سے نفرت پیدا کرانے میں ہمیشہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ مگر امریکہ نے میرے دل میں اپنے وطن کے خلاف جو نفرت پیدا کی تھی، وہ نفرت برائے تخریب نہیں تھی بلکہ نفرت برائے تعمیر تھی۔ چنانچہ جہاز میں بیٹھتے ہی میں نے سوچا، جیسے وطن عزیز پہنچوں گا، وقت کی قدر کے سلسلے میں ایک بڑی منظّم اور ملک گیر مہم شروع کروں گا۔ اپنی زندگی کا ایک ہی نصب العین رکھوں گا ''وقت کی قدر''۔

ایک طویل سفر کے بعد گھر پہنچا۔ پہلے دن تو سفر کی تکان اتارتا رہا۔ ٹرین میں رات بھر جاگنا پڑا تھا اس لئے دن کے کوئی ایک بجے الارم ٹائم پیس پر پورے چار بجے الارم لگا کر باورچی کو ٹھیک چار بجے چائے تیار رکھنے کا حکم دے کر سو گیا۔ لیکن جب جاگا تو شام کے چھ بجے تھے۔ اپنے آپ پر بڑا غصہ آیا ٹائم پیس کی طرف دیکھا تو تو الارم کا بٹن دبا ہوا تھا۔ میں نے چیخ چیخ کر سارے گھر کو جمع کیا کہ ''اس الارم کا بٹن کس نے دبایا ہے؟ بولو، جواب دو۔'' گھر والے حیران تھے کہ اتنی معمولی سی بات پر اتنا کیوں بپھر گیا ہوں۔ میرے سب سے

چھوٹے بھائی سرتاج حسین نے آگے بڑھ کر جواب دیا۔

''بھائی جان نفیسہ رو رہی تھی اس لئے میں ٹائم پیس اٹھا لے گیا اور اسے بہلانے کے لئے الارم بجاتا رہا۔''

میں نے تڑاخ سے سرتاج کو ایک چانٹا رسید کیا۔ سب مجھے بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے حالانکہ مجھے انہیں حیرت سے دیکھنا چاہئے تھا کہ کیسے ملک کے لوگ ہیں جہاں ٹائم پیس پر پابندیٔ وقت کے بجائے روتے ہوئے بچوں کو بہلانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

دوسرے دن بجائے ساڑھے چھ بجے کے میری آنکھ ساڑھے آٹھ بجے کھلی اور ناشتہ کوئی پونے دس بجے ملا تو میں نے سوچا کہ اب میرا مقابلہ کرنا بے کار ہے۔ یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے چلو، چھوڑو، ہٹاؤ لعنت بھیجو اپنے ٹائم ٹیبل پر۔ یہاں وقت کی پابندی کرنے سے کون سے ڈالر ملنے والے ہیں لیکن دل نے کہا ایک آخری مقابلہ اور سہی۔

تیسرے یا چوتھے دن امریکہ سے کامیاب واپسی پر میرے اعزاز میں ایک پبلک جلسہ کا انعقاد کیا گیا۔ سارے اخبارات میں خبریں شائع ہوئیں اور دیواروں پر جگہ جگہ پوسٹر لگائے گئے کہ۔۔ بروز جمعہ شام ٹھیک ساڑھے پانچ بجے زعیم ملّت حضرت ابراہیم جلیس کی امریکہ سے شاندار واپسی پر ایک جلسۂ استقبالیہ زمرّد محل ٹاکیز میں منعقد ہوگا۔ عورتوں کے لئے پردہ کا خاص انتظام ہے۔ سامعین وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھیں۔

جمعہ کے دن شام کے ٹھیک چار بجے تیار ہوگیا اور ٹھیک ساڑھے پانچ بجے جلسہ گاہ میں پہنچا تو وہاں اُلّو تو نہیں بول رہا تھا البتہ چند رضا کار کرسیاں وغیرہ ٹھیک ٹھاک کر رہے تھے۔ میں شرم سے پسینہ پسینہ ہوگیا کیونکہ میری کار کے قریب دو تین نوجوان با آواز بلند گفتگو کر رہے تھے۔

''لے بھئی زعیم ملّت آگیا۔ دیکھ تو سہی بے چارے کو شہرت کی کتنی بھوک ہے، وقت سے پہلے جلسہ گاہ پہنچ گیا۔''

اتفاق کی بات ہے کہ انہیں دنوں دہلی سکریٹریٹ میں میرا تقرر ہوگیا اور میں بڑا خوش ہوا کہ اب تو میں اپنی زندگی کا آپ مختار ہوں۔ دوسرے دن دہلی جانے کے لئے اسٹیشن پہنچا تو معلوم ہوا کہ ٹرین ایک گھنٹہ لیٹ ہے بڑا غصہ آیا، پھر لوٹ آیا اور کھائی قسم کہ اسی دن جاؤں گا جس دن گاڑی ٹھیک وقت پر آئے گی۔

پانچ دن کے بعد میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ ٹرین ٹھیک وقت مقررہ پر پلیٹ فارم سے لگی کھڑی ہے۔ میں نے اسٹیشن ماسٹر کو مبارک باد دی، 'ماسٹر صاحب مبارک ہو آج ٹرین ٹھیک وقت پر آئی'۔ لیکن ماسٹر صاحب نے مسکرا کے جواب دیا 'نہیں صاحب، یہ تو کل کی گاڑی ہے، ایک دم چوبیس گھنٹہ لیٹ!

اگر ایک کمزور دل کا آدمی ہوتا تو شاید اس کا یہ جواب سن کر بیہوش ہو جاتا۔ بس ایک اور ٹھنڈی سانس لی اور ایک دم گاڑی میں سوار ہو گیا۔

دہلی پہنچا۔ دفتر میں رجوع ہوا، زندگی ذرا با قاعدہ ہوگئی۔ یعنی پھر ایک بار ٹائم ٹیبل کے ڈگر پر پڑ گئی۔ لیکن صرف ایک جملہ میرے لئے بڑا سوہانِ روح بنا ہوا ہے اور وہ جملہ یہ ہے:

''ذرا ایک منٹ''

جب بھی کوئی شخص مجھ سے یہ کہتا ہے ''ذرا ایک منٹ کے لئے بات تو سنئے!'' تو میرے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ اب بھلا آپ ہی ذرا انصاف سے بتائیں کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک منٹ کا وعدہ کر کے دس پندرہ منٹ تک باتیں کی جائیں۔ یہ ذرا ایک منٹ کہنے کی مکّاری کس قسم کی ہے۔

آج کل میں نے اس سوال پر غور کرنا چھوڑ دیا ہے کہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں اور یہ ''ذرا ایک منٹ'' والی بے ہودگی کا کیوں ارتکاب کرتے ہیں؟ ان سوالوں کا جواب مجھے مل چکا ہے۔ میں نے اپنے ملک کی معاشی اور سماجی زندگی میں اس جواب تلاش کر لیا ہے۔ ہمارے ملک جب تک دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور معدودے چند دولت مندوں کے قبضے میں پھنسا رہے گا اس وقت تک لوگ بے کار رہیں گے، بے روزگار رہیں گے، ان

کے لئے ایک منٹ میں اور ایک دن میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہوگا۔

امریکہ میں ایک منٹ کی قیمت ایک ڈالر ہے اور وطن عزیز میں ایک روپیہ کی قیمت پوری زندگی ہے۔اپنے وطن کے لوگ دراصل ایک شدید قسم کے احساس کمتری میں مبتلا ہیں۔احساس کمتری نے انہیں اس درجہ مجبور کررکھا ہے کہ وہ چند لوگوں کے ہاتھوں میں ساری دنیا کو سونپ کر مطمئن ہیں۔اوران چند ہاتھوں نے نہ صرف ان سے دنیا بلکہ ان کی عمریں اور زندگیاں تک چھین لی ہیں۔اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا اور اکیلا بے چارہ ابراہیم جلیس سارے ملک کو توقت کا پابند نہیں بنا سکتا۔یہ ابراہیم جلیس وغیرہ کو چاہئے کہ وہ پہلے طبقاتی نظام کے خلاف جدوجہد کریں۔ملک کو اوراس کے باشندوں کو سیاسی اور معاشی محکومی سے آزاد کرائیں۔اس کے بعد زندگی کہیں ٹائم ٹیبل سے ہم آغوش ہوسکتی ہے۔

جانے کب آئے گا وہ وقت جب کہ وطن عزیز کا ایک منٹ بھی ایک روپیہ بن جائے گا۔اس وقت کے لئے مانگئے دعا کہ ابھی وقتِ دعا باقی ہے۔

سوالات

۱۔ درج ذیل سوالوں کے جواب دو:۔

(الف) امریکی میزبان نے مصنف کو دو چک کیوں دیئے تھے؟

(ب) مصنف نے ان چکوں کو لینے سے کیوں انکار کیا؟

(ج) اس واقعہ سے مصنف کی زندگی پر کیا اثر پڑا؟

۲۔ مندرجہ ذیل جملوں کے متکلم اور مخاطب کون ہیں:۔

(الف) 'آپ میرا وقت ضائع کررہے ہیں'۔

(ب) 'نفیسہ رورہی تھی اس لئے میں ٹائم پیس اٹھالے گیا'۔

(ج) 'یہ توکل کی گاڑی ہے،ایک دم چوبیس گھنٹے لیٹ'۔

۳۔ مصنف کے خیال میں ہندوستان کے لوگ کیوں وقت کے پابند نہیں ہیں؟ مختصراً لکھو۔

۴۔ ہندوستان کے لوگ کب وقت کی پابندی کریں گے؟ مختصراً لکھو۔

۵۔ امریکی سکے کو ڈالر ہیں۔ درج ملکوں کے سکوں کے نام بتاؤ:

برطانیہ۔ فرانس۔ سعودی عرب۔ جاپان۔

اخبار کا دفتر

پرکاش پنڈت

ڈرامہ، ادب کی اس صنف کو کہا جاتا ہے جس میں مکالمہ یعنی بات چیت کے ذریعہ کسی واقعہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ ڈرامہ میں اشخاص مکالمہ ادا کرتے ہیں ان کو کردار کہا جاتا ہے۔ ذیل کے ڈرامہ میں اخبار کے دفتر کا منظر پیش کیا گیا ہے۔ اخبار تم بھی پڑھتے ہوگے مگر اس ڈرامہ کو پڑھ کر تمہیں اندازہ ہوگا کہ بیچارے ایڈیٹر صاحب کو کتنی دشواریوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

کردار

۱۔ رحمان۔ چپراسی

۲۔ کشوری لال۔ ٹائپسٹ

۳۔ فقیر چند۔ کلرک

۴۔ قدامت پیلی بھیتی۔ شاعر

۵۔ بزرگ۔ ایڈیٹر کا رشتہ کا ماموں

۶۔ لڑکا۔ بزرگ کا بیٹا

۷۔ کاتب

۸۔ ایڈیٹر

(ایڈیٹر ایک بہت بڑی میز پر بیٹھا کچھ لکھنے میں مصروف نظر آتا ہے۔ میز پر فائلوں کا انبار، قلم دان اور ٹیبل ہر چیز بڑے قرینے سے رکھی ہے۔ دائیں نکڑ پر ایک چھوٹی سی میز پر کشوری لال بیٹھا ٹائپ کر رہا ہے)

ایڈیٹر: (لکھنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ بولتا ہے) آج...... پوری دنیا کے سامنے..... ہائڈروجن بم.....کے تجربوں نے.....ایک ایسا.....

(چونک کر ٹیبل بیل بجاتا ہے)

رحمان......ارےاورحمان

(دروازہ کھلتا ہےاور بوکھلایا ہوا رحمان داخل ہوتا ہے)

رحمان: جی ساب۔

ایڈیٹر: دیکھو کیا وہ کاتب آج بھی نہیں آیا۔

رحمان: جی نہیں ساب

ایڈیٹر: کیوں نہیں آیا؟ آج تو اُسے ضرور آنا چاہئے تھا۔تم سے کہا تھا کہ اس کے گھر کا پتہ لگانا۔

رحمان: جی کچھ پتہ نہیں چلا میں صبح سے........

ایڈیٹر: کیا صبح سے......صبح سے کچھ نہیں

(ٹائپ رائٹر کی آواز تیز ہو جاتی ہے)

........میں پورے سات روز سے چیخ رہا ہوں لیکن (کشوری لال کی طرف رخ کر کے) ارے بھائی کشوری لا اپنی ٹِک ٹِک بند کرو..... کیا مذاق ہے.......(ٹائپ کی مشین رک جاتی ہے) عجب جاہلوں سے پالا پڑا ہے.......دیکھو جی جیسے بھی ہو، اسے ڈھونڈھ کر لاؤ آج ......ابھی۔

رحمان: جی......کہاں سے......ڈھونڈ کر لاؤں۔

ایڈیٹر: جہنم سے.......اور اگر وہ جہنم میں بھی نہ ملے تو تم بھی وہیں رہنا سمجھے،تمہاری چھٹی ہے۔

رحمان: جی۔

ایڈیٹر: جی کیا؟

رحمان: جی کچھ نہیں۔

ایڈیٹر: تو جاؤ کھڑے کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو........آخری تاریخ سر پر آ گئی اور کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی.......

(رحمان دروازہ کھول کر چلا جاتا ہے)

........پرچہ کیسے چھپے گا؟ کشوری لال جی! میں نے آپ سے بھی کہا تھا اس گدھے کا کچھ پتہ لگائیے۔

کشوری لال: جی کہاں سے پتہ لگایا جائے۔سب کاتبوں سے پوچھ پوچھ کر ہار گئے۔

ایڈیٹر: تو اس کا مطلب ہے اس ہفتہ کا پرچہ نہیں چھپے گا!

کشوری لال: جی، جی چھپے گا تو۔

ایڈیٹر: کیسے چھپے گا جناب! کاپیوں کے بجائے پرنٹنگ مشین میں مجھے ٹھونسیں گے آپ! ہونہہ حد ہے ڈھٹائی کی کم بخت جب کام لینے آیا تھا تو ایسی مسکین صورت بنائی تھی اور اب دیکھو نہ کاپیوں کا پتہ ہے نہ کوئی جواب........

(رحمان داخل ہوتا ہے)

........کیوں جی تم ابھی گئے نہیں۔

رحمان: جی جا رہا ہوں۔آپ سے ایک صاحب ملنا چاہتے ہیں۔

ایڈیٹر: کون صاحب ہیں۔

رحمان: جی کوئی شاعر معلوم ہوتے ہیں۔

ایڈیٹر: شاعر! کیا نام ہے؟

رحمان: جی نام تو نہیں پوچھا۔

ایڈیٹر: نام نہیں پوچھا بہت خوب رحمان! اب تمہاری عمر کیا ہوگی۔

رحمان: یہی کوئی چالیس سال سمجھئے۔

ایڈیٹر: تو مجھے یہ بتاؤ۔ چالیس برس تک تم کیا کرتے رہے ہو؟

رحمان: جی میں آپ کی خدمت.......

ایڈیٹر: بھاڑ جھونکتے رہے ہو۔

رحمان: جی۔

ایڈیٹر: جی کیا؟ جاؤ بھیجو میری مصیبت کو اندر۔

(رحمان جاتا ہے اور ایک منحنی سا شخص شیروانی ڈانٹے داخل ہوتا ہے)

شاعر: آداب عرض ہے قبلہ:

ایڈیٹر: آداب عرض۔ آیئے تشریف رکھئے۔

شاعر: (کرسی پر بیٹھتے ہوئے) شکریہ، شکریہ آپ مصروف ہیں شاید۔ جی!

ایڈیٹر: جی کچھ نہیں، کچھ خاص مصروفیت تو نہیں۔ فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟

شاعر: حضور والا۔ آپ شاید پروف دیکھ رہے ہیں۔

ایڈیٹر: پروف؟ اجی نہیں ابھی پروف کہاں۔۔ ابھی تو ہمارے کاتب بہادر کا ہی کچھ اتہ پتہ نہیں ہے۔

شاعر: صاحب۔۔۔ آپ فرشتۂ موت کا تو یقین کر سکتے ہیں لیکن کاتب نام کی جو مخلوق ہے اس کا بھروسہ نہیں۔ کیا آپ کو کوئی کاتب درکار ہے۔

ایڈیٹر: جی ہاں، ضرور، ضرور۔۔۔ کیا آپ کتابت کی غرض سے آئے ہیں۔

شاعر: جی نہیں سر دست تو بندہ بحیثیت ایک شاعر حاضر ہوا ہے۔ کام البتہ سیکھ رہا ہے اور سچ پوچھئے تو

نظموں، غزلوں کی کتابت کرتے کرتے ہی یہ شعر کہنے کا سودا سر میں سما گیا ہے۔

ایڈیٹر: آپ کا اسم شریف؟

شاعر: ناچیز کو قدامت پیلی بھیتی کہتے ہیں۔ جناب نے میرا کلام تو دیکھا ہوگا۔

ایڈیٹر: جی ابھی تک تو میرا خیال ہے یہ سعادت مجھے نصیب نہیں ہوئی۔

شاعر: (جیب سے کاغذ کا پلندہ نکال کر) تو لیجئے۔ یہ پندرہ غزلیں اور دس نظمیں آپ کی نذر ہیں۔

ایڈیٹر: (پلندہ لے کر تعجب سے) پندرہ غزلیں اور دس نظمیں!

شاعر: جی ہاں۔ سردست تو یہی حاضر ہیں۔ دراصل میرا حافظہ کمزور ہے۔ قدیم بیاض بستے میں تو باندھی تھی لیکن بستہ لانا ہی بھول گیا ورنہ.......

ایڈیٹر: اچھی بات ہے۔ انہیں دیکھ کر میں آپ کو اپنی رائے سے مطلع کر دوں گا۔ اپنا پتہ تو آپ نے لکھ ہی دیا ہوگا۔

شاعر: اجی اس میں تکلیف کیا ہے۔ آپ ابھی میری موجودگی میں ملاحظہ فرما لیجئے۔

ایڈیٹر: بات دراصل یہ ہے قدامتؔ صاحب کہ اس وقت مجھے کچھ خاص کام.........

شاعر: کام، اجی حضت کام تو دنیا کے چلتے ہی رہتے ہیں۔ خیر لائیے میں خود ہی دو چار شعر آپ کو سنائے دیتا ہوں ملاحظہ فرمائیے (بڑے بے تکے ترّنم سے)

پڑی جب سے نظر ان پر کچھ ایسا حال ہے اپنا
کہ دل پہلو سے اٹھے ہے کہ دل پہلو میں بیٹھے ہے

ایڈیٹر: سُبحان اللہ، قدامت صاحب۔ آپ ناحق زحمت فرماتے ہیں۔ یہ تو ایسا کلام ہے کہ میں تنہائی میں پڑھوں اور مزا لیتا رہوں۔

شاعر: اجی نہیں، آپ کیوں تکلیف فرمائیں۔ میں خود حاضر ہو جاؤں گا۔

ایڈیٹر: بہت خوب لیکن یہ تو بتائیے اس سے پہلے بھی آپ کا کلام کہیں شائع ہوا ہے۔

شاعر: تو کیا واقعی میرا کلام آپ کی نظر سے نہیں گزرا؟

ایڈیٹر: میں نے عرض کیا نہ، یہ سعادت ہنوز مجھے نصیب نہیں ہوئی۔ کیا آپ روزانہ اخباروں، میں لکھتے ہیں؟

شاعر: جی نہیں تو......

ایڈیٹر: اچھا تو فلمی پرچوں میں لکھتے ہوں گے؟

شاعر: لاحول ولاقوۃ۔

ایڈیٹر: کہیں ایسا تو نہیں کہ لکھ کر حفاظت سے گھر ہی پر رکھ لیتے ہوں۔

شاعر: حضت میری چیزیں چھپتی ہیں اور نہایت شان سے چھپتی ہیں۔

ایڈیٹر: تو شاید بیرونی ممالک میں چھپتی ہوں گی۔

شاعر: استغفر اللہ کیا فرمایا آپ نے۔ لائیے میرا کلام (پلندہ جھپٹ لیتا ہے) کیا سمجھتے ہیں آپ؟ آپ کا پرچہ معیاری ہے تو میرا کلام بھی غیر معیاری نہیں۔ آداب عرض۔

ایڈیٹر: خدا حافظ!

(شاعر دروازہ کھول کر باہر چلا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ٹائپ کی مشین چلنے لگتی ہے)

ایڈیٹر: میں نے آپ سے کہا تھا کشوری لال جی کہ..... اپنی ٹِک ٹِک بند کر دیجئے۔ جائیے دوسرے کمرے میں تشریف لے جائیے..... اور دیکھئے رحمان ابھی تک گیا یا نہیں۔

(کشوری لال دروازہ کھول کر مشین باہر لے جاتا ہے اور پھر خالی ہاتھ لوٹتا ہے۔)

کشوری لال: جی وہ تو گیا۔ آپ سے ملنے دو صاحب اور آئے ہیں۔

ایڈیٹر: دو صاحب، یک نہ شد دو شد۔ شکل وصورت سے شاعر تو نظر نہیں آتے؟

کشوری لال: جی نہیں۔ دیکھنے میں تو باپ بیٹے نظر آتے ہیں۔

ایڈیٹر: باپ بیٹے......کیا مذاق ہے یہ اخبار کا دفتر ہے یا پرائمری اسکول، کیا چاہتے ہیں۔

کشوری لال: جی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

ایڈیٹر: ضرور ملنا چاہتے ہیں؟

کشوری لال: جی معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ اگر آپ نہ ملیں گے تو.......

ایڈیٹر: تو وہ خود آ کر مجھ سے بغل گیر ہو جائیں گے۔ یہی نا!.....اچھا بھیج دو، اور ہاں ساتھ ایک ٹھنڈے پانی کا.......

کشوری لال: جی ابھی بھیجتا ہوں۔

ایڈیٹر: کیا بھیجتے ہو؟

کشوری لال: جی دونوں کو۔

ایڈیٹر: اور پانی؟

کشوری لال: جی تینوں کو۔

(کشوری لال جاتا ہے اور اسی دروازے سے ایک بزرگ لڑکے سمیت داخل ہوتے ہیں)

بزرگ: آہا......بیٹے اچھے تو ہو۔

ایڈیٹر: اوہ ماموں جان.....آپ.....آیئے آیئے۔ کب آئے؟ بیٹھیے

(دونوں کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں)

بزرگ: آج ہی بلکہ یہ سمجھو بیٹا ابھی۔ سوچا سب سے پہلے اپنے عزیز سے مل آؤں۔ تم نے جب سے گاؤں چھوڑا ہے یار دوست بزرگ رشتے دار سب کو بھلا دیا۔

ایڈیٹر: جی کیا عرض کروں ماموں جان، کام ہی سے فرصت نہیں ملتی۔

(ایڈیٹر ٹیبل بیل بجاتا ہے۔ فقیر چند داخل ہوتا ہے)

ایڈیٹر: دیکھو فقیر چند! جلدی سے دو گلاس شربت خون افزا بنالاؤ۔

فقیر چند: جی۔

ایڈیٹر: دیکھو دو نہیں تین۔

فقیر چند: جی صاحب۔ (فقیر چند جاتا ہے)

بزرگ: کام تو ہوتے ہی رہتے ہیں بیٹا.......ارے ہاں اس سے ملو۔ پہچانا اِسے۔ اِتا سے تھا جب اِسے تم نے دیکھا تھا۔ آداب کرو بیٹا۔

لڑکا: آداب عرض کرتا ہوں بھائی صاحب۔

ایڈیٹر: آداب عرض، آداب عرض۔ بھائی، کہو کیسے ہو؟

لڑکا: جی آپ کی دعا ہے۔

بزرگ: اور اگر سچ پوچھو تو تمہارا چھوٹا بھائی ہی مجھے یہاں کھینچ لایا ہے۔ ماشاءاللہ اس سال دسویں درجے کا امتحان دیا ہے اس نے۔ سب جماعتوں میں اول آتا رہا ہے۔

ایڈیٹر: ماشاءاللہ بہت ہونہار ہے۔

بزرگ: تم ایسے بڑے بھائیوں کے صدقے یہ بھی کسی قابل ہو جائے گا۔ بزگوں کا نام روشن کرے گا۔ اس کے استادوں کا خیال ہے کہ یا تو یہ بہت بڑا انجینیر بنے گا یا پھر ادیب۔

ایڈیٹر: ادیب!

بزرگ: ہاں بیٹا ادیب۔ دسویں درجے کا امتحان دینے کے بعد ان دو مہینوں کی چھٹیوں میں اس نے کوئی پچاس کے قریب کہانیاں قلم برداشتہ لکھ ڈالی ہیں۔

ایڈیٹر: (پریشان ہوکر) پچاس کہانیاں؟

بزرگ: اور چھ سو صفحے کا ناول

ایڈیٹر: (اور بھی پریشان ہو کر) چھ سو صفحے کا ناول؟

بزرگ: دکھاؤ بیٹے، بھائی کو اپنی چیزیں دکھاؤ۔ میرا ارادہ تو اسے انجینیر بنانے کا تھا۔ لیکن.....اب یہ ادیب بننے پر مُصر ہے تو تم جانوں بیس روپیہ بھاڑا خرچ کر کے اِسے تمہارے پاس لایا ہوں کہ تم اخبار کے ایڈیٹر ہو بیک ہی صلاح دو گے اور کچھ پیسے ہاتھ لگ جائیں گے۔

ایڈیٹر: لیکن ماموں جان! یہ تو ابھی بچّہ ہے۔

بزرگ: ہاں ہے تو بچّہ ہی لیکن تم جانو، ہونہار بروا کے چکنے، چکنے پات۔ کیا خیال ہے تمہارا۔ ناول کا دو روپیہ صفحہ تو مل ہی جائے گا۔

ایڈیٹر: (اتنا ہی پریشانی سے) ہزاروں روپیہ؟

بزرگ: بھئی اس میں جو تمہاری محنت ہو گی اس کا........

ایڈیٹر: ماموں جان آپ سے.....(سر جھکا کر) آپ میری درخواست قبول فرمائیں گے؟

بزرگ: کہو کہو۔ میں نے کب تمہاری بات ٹالی ہے۔ تم جانو ایک بار تم نے.......

ایڈیٹر: میرا مشورہ یہ ہے ماموں جان کہ صاحبزادے کو انجینیر بنائیے۔ اپنی اس عمر میں اگر یہ پچاس کہانیاں اور چھ سو صفحے کا ناول لکھ سکتا ہے اور وہ بھی صرف دو مہینے میں تو میرا خیال ہے دنیا بھر کے ادیبوں کا رزق خطرے میں ہے۔

بزرگ: تم کیا کہہ رہے ہو بیٹا۔ ذرا میرے سامنے اس کا ناول تو پڑھ جاؤ۔

ایڈیٹر: یہ ناول پڑھ جاؤں۔ آپ کے سامنے یعنی ابھی چھ سو صفحے کا ناول پڑھ جاؤں۔ نہیں ماموں جان خدا کے لئے صاحبزادے کو ادیب مت بنائیے۔ انجینئر نہیں بننا چاہتا تو بزازے میں کپڑے کی دکان۔ دہی بڑے کا خوانچہ........

بزرگ: (بھنّا کر) آخر تم نے مجھے سمجھا کیا۔تم سمجھتے ہو کہ.......

ایڈیٹر: میں آپ کو اپنا بزرگ سمجھتا ہوں ماموں جان! اور اپنے کو آپ کا انتہائی فرمانبردار بھانجا۔لیکن خدا کے لئے صاحبزادے کو ادیب نہ بنائیے ورنہ یہ آپ کی ساری زمینیں۔سارے مکان۔ ساری جائداد.....

بزرگ: ہونہہ، چلو، اٹھو بیٹے۔مجھے کیا معلوم تھا......

لڑکا: آداب عرض ہے بھائی جان۔

ایڈیٹر: آداب عرض ہے بھائی (پیار سے شانہ تھپتھپا کر) کیا تم کسی طرح ادیب بننے سے باز نہیں آسکتے؟

لڑکا: جی ہرگز نہیں۔

(زور سے دروازہ کھول کر دونوں چلے جاتے ہیں)

ایڈیٹر: (ٹھنڈا سانس لے کر) پچاس کہانیاں اور چھ سو صفحے کا ناول......

(فقیر چند ٹرے میں شربت کا گلاس لے کر داخل ہوتا ہے)......یہ اب لائے ہو شربت فقیر چند۔تم سے کوئی کام کہنا تو........

فقیر چند: جی دکان پر بہت بھیڑ تھی۔

ایڈیٹر: وہ تو میں پہلے ہی جانتا ہوں.....نہیں چاہئے شربت لے جاؤ۔

فقیر چند: جی دوکاندار.....

ایڈیٹر: دوکاندار واپس نہیں کرے گا۔یہی نا.....تو پھینک دو۔

فقیر چند: جی۔

ایڈیٹر: نالی میں نہ پھینکنا، چاہو تو اپنے پیٹ میں پھینک لو۔جاؤ، میری جان چھوڑو۔

(دروازہ کھول کر رحمان داخل ہوتا ہے)

......کے وہ مل گیا؟ رحمان! کیا وہ کاتب مل گیا۔

رحمان: جی وہ کاتب۔

ایڈیٹر: کاتب کون کاتب۔

رحمان: جی وہی کاتب۔

ایڈیٹر: (دبی زبان سے) وہی کاتب۔۔کیا وہ کاتب مل گیا۔

رحمان: جی ہاں وہ خود ہی آ گیا ہے، باہر بیٹھا ہے۔

ایڈیٹر: باہر بیٹھا ہے۔باہر کیوں بیٹھا ہے اِسے اندر بھیجو فوراً اندر بھیجو۔

رحمان: جی۔

(رحمان جاتا ہے اور کاتب داخل ہوتا ہے)

کاتب: السلام علیکم۔

ایڈیٹر: وعلیکم السلام۔آیئے تشریف لایئے۔کہئے (کرسی کی طرف اشارہ کرتا ہے)

کاتب: (کرسی پر بیٹھتے ہوئے) شکریہ آپ کچھ مصروف ہیں شاید۔

ایڈیٹر: جی نہیں۔میں بالکل مصروف نہیں۔آپ بتایئے آپ کو آنے کی فرصت بہرحال مل گئی۔

کاتب: جی ہاں۔آپ ہی کا کام کر رہا تھا۔عام کاتبوں کی طرح میری عادت نہیں کہ دس جگہ کام کرتا پھروں۔ایک ہی کام لیتا ہوں اور ختم کرتا ہوں۔کسی کی پریشانی مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔

ایڈیٹر: پریشانی دیکھی نہیں جاتی۔تو آپ کا خیال ہے ہم لوگ خوشی سے ناچ گا رہے ہیں۔آپ نے تو قبلہ ہماری لٹیا ہی ڈبو دی تھی۔

کاتب: دراصل میں دور رہتا ہوں صاحب۔اور پھر آپ نے فرمایا تھا ابھی مضمون بھی تیار نہیں ہیں۔

ایڈیٹر: مضامین۔مضامین تیار ہونے کون سی دیر لگتی ہلے۔یہ قینچی سلامت رہے۔آپ تو بہت سے ہفتہ وار اخباروں میں کام کر چکے ہیں۔

کاتب: اسی لئے تو میں سمجھا کہ آپ مضامین کے لئے دوڑ دھوپ کرر ہے ہوں گے۔

ایڈیٹر: دوڑ دھوپ! یہ بتایئے کہ آپ دو دن تک یہاں دن رات بیٹھ کر کام کر سکتے ہیں۔میرا مطلب ہے کہ اس دفتر میں میرے سامنے۔

کاتب: اس کی کیا ضرورت ہے؟

ایڈیٹر: تو آپ کے خیال میں اس کی ضرورت نہیں۔آپ کو کیا معلوم نہیں کہ آپ پر بھروسہ کر کے بلکہ صاف پوچھیئے تو آپ کے جھانسے میں آ کر کسی دوسرے کاتب کو کام نہیں دیا۔

کاتب: ٹھیک ہی تو کیا آپ نے۔جب میں آپ سے وعدہ کر گیا تھا کہ اب میں آپ کا پرچہ پورا لکھ دیا کروں گا۔

ایڈیٹر: پورا پرچہ۔جی ہاں بندہ پرور میں اسی خوش فہمی میں مبتلا رہا کہ آپ پورا پرچہ لکھ دیں گے اور میں کسی دوسرے کاتب کو......

کاتب: میں پھر عرض کرتا ہوں جناب کہ اس کی کیا ضرورت........

ایڈیٹر: ضرورت:۔۔دیکھئے مجھے طیش مت دلایئے۔میں صاف بات کرنے کا عادی ہوں۔اس طرح کے چونچلے مجھے نہیں آتے۔

کاتب: چونچلوں کی کیا ضرورت ہے جناب.........

ایڈیٹر: پھر وہی ضرورت۔میں کہتا ہوں آپ کو کام نہیں کرنا تھا تو پہلے کیوں نہ بتایا۔ہمارا بیڑا غرق کر کے کیا آپ کوئی روحانی مسرت حاصل ہوئی ہے۔میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ پرچہ تیس کو آوٹ ہوگا۔

کاتب: جی کہا تھا۔

ایڈیٹر: آج کیا تاریخ ہے۔

کاتب: جی اٹھائیس

ایڈیٹر: آج اٹھائیس تاریخ ہے اور پرچہ تیس کو آؤٹ ہوگا۔ اور پرچہ سولہ صفحے کا ہے اور آپ نے کمال کیا ہوگا تو صرف دو ورق لکھے ہوں گے۔ سچ پوچھئے تو اس کا بھی یقین نہیں۔

کاتب: جی لکھ دیئے ہیں۔

ایڈیٹر: لکھ بھی لئے ہوں جب بھی جہازی سائز کے باقی تیرہ صفحے آپ لکھیں گے یا میرا باپ۔

کاتب: جی میں لکھوں گا بلکہ میں نے لکھ بھی لئے ہیں۔

ایڈیٹر: لکھ بھی لئے، کیا مطلب؟

کاتب: مطلب بالکل صاف ہے۔ بقیہ تیرہ صفحے بھی میں نے لکھ لئے ہیں۔ دیکھئے۔ (پیلے کاغذوں کا پلندہ بڑھاتا ہے)

ایڈیٹر: (پلندہ لے کر) یہ کیا؟

کاتب: یہ آپ کا پورا پرچہ ہے۔ بالکل تیار۔ کتابت شدہ۔ تصحیح بھی ہو چکی۔ چاہیں تو نظر ڈالے بغیر ہی پریس کو بھیج سکتے ہیں۔

ایڈیٹر: (سخت پریشان ہو کر) بغیر دیکھے پریس بھیج سکتے ہیں۔ پورا پرچہ تیار ہے۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

کاتب: جی عرض کیا نا کہ پورا پرچہ تیار ہے۔ میں گھر میں بیکار نہیں بیٹھا رہا۔ مجھے اپنی ذمہ داریوں کا پورا احساس ہے۔

ایڈیٹر: ذمہ داری۔ لیکن میں تو آپ کو صرف دو ورق کا میٹر دیا تھا اور آپ کہتے ہیں کہ پورا پرچہ.....

کاتب: جی ہاں پورا پرچہ۔آپ نے فرمایا تھا کہ باقی مضامین ابھی تیار نہیں اور مضامین کی وجہ سے آپ پریشان تھے۔

ایڈیٹر: میں پریشان تھا۔

کاتب: اور میں آپ سے عرض کر چکا ہوں۔مجھ سے کسی کی پریشانی نہیں دیکھی جاتی۔

ایڈیٹر: لیکن میں نے تو آپ کو صرف دو ورق......

کاتب: جی ہاں دو ورق کا میٹر تو آپ نے دیا تھا۔باقی تیرہ صفحوں میں میں نے اپنی ایک کہانی، حفظان صحت کے اصولوں پر ایک مضمون، اپنے چھوٹے بھائی کی چند نظمیں، غزلیں اور منتخب اشعار، قبلہ والد صاحب کی برسی پر کی گئی قوالی کی پوری تفصیل.......

ایڈیٹر: کیا......کیا......کیا؟؟

کاتب: اس طرح صرف نصف کالم کی جگہ بچ گئی تھی۔اس کے لئے پہلے میں نے سوچا آپ سے چل کر کچھ لے لوں لیکن پھر اس خیال سے کہ دیر ہو جائے گی اپنے پشتہا پشت کے نورانی سرمے کے ایک تیر بہدف نسخے کا اشتہار شامل کر دیا اور اب پرچہ بالکل تیار ہے اور آپ چاہیں تو پریس ......لیکن آپ یہ ایک دم پریشان کیوں ہو گئے ہیں۔آپ کے چہرے کا رنگ......آپ کے چہرے پر تو ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔دیکھئے مجھ سے کسی کی پریشانی........

ایڈیٹر: (مری ہوئی آواز میں چلا کر) رحمان......ارے او رحمان......(آہستہ سے ٹیبل بیل بجانے کی آواز) کشوری لال جی......اجی او کشوری لال جی..... پانی...... پانی...... پانی......!

(پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے)

سوالات

۱۔ درج ذیل کی تعریف کرو:

ڈرامہ۔ مکالمہ۔ کردار۔

۲۔ درج ذیل مکالمے کس نے کس سے کہے ہیں:۔

(الف) میں نے آپ سے بھی کہا تھا اس گدھے کا کچھ پتہ لگائیے۔

(ب) آپ فرشتۂ موت کا تو یقین کر سکتے ہیں لیکن کاتب نام کی جو مخلوق ہے اس کا بھروسہ نہیں۔

(ج) اور اگر سچ پوچھو تو تمہارا چھوٹا بھائی ہی مجھے یہاں کھینچ لایا ہے۔

(د) کیا تم کسی طرح ادیب بننے سے باز نہیں آسکتے؟

(ہ) مجھ سے کسی کی پریشانی نہیں دیکھی جاتی۔

۳۔ درج ذیل کے جواب لکھو:۔

(الف) اور اگر وہ جہنم میں بھی نہ ملے تو تم بھی وہیں رہنا ('وہ' سے کون مراد ہے)

(ب) حضت میری چیزیں چھپتی ہیں اور نہایت شان سے چھپتی ہیں ('چیزیں' سے کیا مطلب ہے؟)

(ج) دکھاؤ بیٹے، بھائی کو اپنی چیزیں دکھاؤ ('چیزیں' سے کیا مراد ہے؟)

(د) جی ہاں، آپ ہی کا کام کر رہا تھا ('کام' سے کیا مراد ہے؟)

۴۔ ہاں یا نہیں میں جواب دو:۔

(الف) کیا کاتب کے آجانے سے ایڈیٹر کی پریشانی دور ہو گئی؟

(ب) کیا پرچہ وقت پر شائع ہو گیا؟

۵۔ درج ذیل محاروں کے معنی لکھو اور انہیں جملے میں استعمال کرو:۔

پالا پڑنا۔ کان پر جوں رینگنا۔ نام روشن کرنا۔ لٹیا ڈبونا۔ بیڑہ غرق کرنا۔ چہرے پر ہوائی اڑنا۔

۶۔ درج ذیل کے بارے میں اپنے استاد سے معلومات حاصل کرو:۔

ایڈیٹر۔ کاتب۔ جہازی سائز۔ پیلا کاغذ۔ کالم۔ میٹر